بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
شاہ احمد نورانی
مرتبہ
مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب زینۃ المساجد گوجرانوالہ
السلام گوجرانوالہ
4001

۷۸۶
۹۲

يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

پیروی کرو سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کی بیشک جو ان سے علیحدہ ہوا جہنم میں گیا (مشکوٰۃ شریف)

سوادِ اعظم کی نمائندہ سیاسی تنظیم [illegible] ستان

مسمّٰی بہ

شاہ احمد نورانی

مرتّبہ

مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب زینۃ المساجد گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ

بار دوم

قیمت تین روپے پچاس پیسے

انتساب

(خلیفہ مجاز اعلیحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی)

عالمی مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہما

کے نام

جن کے فرزند ارجمند نے پاکستان و بیرونِ پاکستان
ان کی جانشینی کا حق ادا کیا۔ سوادِ اعظم کو ولولۂ نو بخشا۔
مختصر سیاسی دور میں عزت و شہرت کے عروج کو پہنچا۔ اپنی
حق گوئی و استقامت حسنِ تدبر اور بے مثال سیاسی بصیرت
سے ختمِ نبوت اور اسلام و سُنیت کا پرچم بلند کیا ——
اہلِ سنت کا نام روشن کیا اور جمعیۃ العلماء پاکستان کو چار
چاند لگا دیئے۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

الفقیر ابوداؤد محمد صادق غفرلہٗ
رمضان المبارک ۱۳۹۲

ہیں حاکمانِ وقت بھی مرعوب زندہ باد

(جامی۔ بی اے۔ علیگ)

نورانی تو ہے دینِ محمد کی آبرو! — تیرے خلوص و عزم کا چرچا ہے چار سو

دنیا میں کر دیا ہے جمعیت کو سرخرو — للکار سن کے تیری ہراساں ہوا عدو

ملت کو ہر محاذ پر درسِ عمل دیا — اندازِ فکر قوم کا یکسر بدل دیا

فتنوں کو اپنے نعرۂ حق سے کچل دیا — دشمن کو جو جواب دیا برمحل دیا

زندہ کیا ہے دینِ رسالت مآب کو — پھیلا دیا ہے درسِ حدیث و کتاب کو

روکے اب ارضِ پاک میں اس انقلاب کو — یہ حوصلہ کہاں کسی خانہ خراب کو

اے حضرتِ علیم کے فرزندِ ارجمند — پرچم کو مصطفےٰ کے کیا تو نے سربلند

ہر قول دلنشین ہے ہر فعل دلپسند — اے کاش تیرا نیّر اقبال ہو بلند

(ؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

یہ تیرا دبدبہ یہ تیری شان مرحبا　　جوشِ جہاد و قوتِ ایمان مرحبا
یہ تیرا عزم راسخ و ایقان مرحبا　　تکبیر لب پہ ہاتھ میں قرآن مرحبا

ہر قلبِ مضطرب کی دُعا تیرے ساتھ ہے　　تائیدِ شاہِ کربِ بلا تیرے ساتھ ہے
سرکارِ دوجہاں کی رضا تیرے ساتھ ہے　　اے رہنمائے قوم خدا تیرے ساتھ ہے

تو وارثِ شریعتِ شاہِ انام ہے　　اعلائے دینِ حق کی لگن صُبح شام ہے
نازاں ہے جس پہ قوم وہ عالی مقام ہے　　جامیؔ کو تیری مدح میں پھر کیا کلام ہے

یہ تیری حکمتیں تیرے اسلوب زندہ باد
اے ملک اور قوم کے محبوب زندہ باد
تُو نے کیا ہے کُفر کو مغلوب زندہ باد
ہیں حاکمانِ وقت بھی مرعوب زندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ و علیٰ اٰلہ و صحبہ اجمعین ۝

اَمّا بعد ۔ عربی مدنی حضرات کا لباس ان سے ملتی جلتی شکل وشباہت اور ان ہی جیسا اخلاق وشیریں اندازِ کلام، یا یوں کہیے ۔ باعمامہ، باوقار لباس، باوقار و بارعب چہرہ ۔ اور باوقار پُرکشش نام ۔ اور بقول چودھری فضل الٰہی سپیکر قومی اسمبلی ۔ نام بھی نورانی ۔ داڑھی بھی نورانی، اور چہرہ بھی نورانی ۔ یہ ہیں صدر جمعیت، فخرِ اہلِ سنت بطلِ حریت ۔ مجاہدِ اسلام ۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قادری رضوی مدظلہ العالی ۔ *

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیئے

تاریخ گواہ ہے ۔ کہ دنیا میں دو قسم کی شخصیتیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک وہ جو

ع بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

کے مصداق اپنی بے عملی ۔ غلط تدبیری ۔ خود بینی اور ابن الوقتی وخوشامدی ذہنیت کے باعث وقتی وذاتی مفاد کے حصول میں سرگرم ہو کر خود بھی تاریخ میں بدنام ہو جاتی ہیں اور جس قوم ۔ جماعت اور گروہ سے ان کا تعلق ہوتا ہے، ان کی بھی بدنامی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہیں ۔ اور

(* ۔ اب وہ صدر پاکستان ہیں)

دوسری شخصیت: دوسری شخصیت وہ لوگ ہیں۔ جو ع
زمانہ با تو نسازد تو بزمانہ ستیز۔ کے مصداق خلوص و بے غرضی اپنی فعّالیت وسرگرمی۔ اور اپنی استقامت و اصول پسندی کے باعث ظاہری خطرات ومشکلات کے باوجود زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں۔ اور خود بھی بے تاج بادشاہ بنکر عزّت وشہرت کے بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اور جس قوم جماعت اور گروہ سے ان کا تعلق ہوتا ہے ان کے لیے بھی وجہ افتخار اور باعث عزّت وسربلندی ثابت ہوتے ہیں۔ موجودہ حقائق گواہ ہیں کہ ماشاء اللہ مولانا شاہ احمد نورانی بھی انہی زندۂ جاوید شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مِل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

وجہِ تالیف۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے بفضلِ خدا و بوسیلۂ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا مختصر عرصہ میں جو تاریخی خدمات وعظیم کارنامے سرانجام دیے ہیں اور حق گوئی وبے باکی کی جو مثال قائم فرمائی ہے اور مولیٰ تعالیٰ نے انہیں جو عزّت ومقبولیت عطا فرمائی ہے۔ اس نے جہاں اپنوں بیگانوں سب کو متاثر کیا ہے وہاں راقم الحروف کو بھی عدیم الفرصتی کے باوجود یہ شوق دلایا ہے کہ اسلام وسُنّیت اور ختمِ نبوّت کا پرچم بلند کرنے پر اس مردِ مجاہد کو خراجِ عقیدت پیش کیا جائے جس سے اسلام وسُنّیت اور پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو۔ اور جو اپنی جگہ یادگار ہونے کے علاوہ اس موضوع پر آئندہ لکھنے اور تاریخ مرتب

کرنے والوں کے لئے ایک مستند و اہم ماخذ ثابت ہو۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مولانا شاہ احمد نورانی کے تفصیلی تعارف کے علاوہ انشاء اللہ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مولانا موصوف نے اس دَورِ تنزل میں ہر لالچ اور خوف سے بے پرواہ ہوکر

- اسمبلی کے اندر اور باہر مقامِ مصطفےٰ و نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا ڈنکہ بجایا ہے اور اس نظام و مقام کے منکروں اور لادینی نظام کے حامیوں کا کس طرح تعاقب کیا ہے۔
- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کرانے۔ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے۔ آئین میں سوشلزم کے اندراج کے بعد سوشلزم کا لفظ آئین سے خارج کرانے میں کیسی عظیم کامیابی حاصل کی ہے اور
- پاکستان کی سالمیت، اسلامی جمہوری اصولوں کے تحفظ اور آمریت و ظلم و تشدد کے مقابلہ کے لئے کتنا مجاہدانہ کردار سرانجام دیا ہے اور
- اپنے ان تاریخی اقدامات سے عام لوگوں کے اس اعتراض کا (کہ علماء کا انتخاب سے کیا تعلق اور انھوں نے سیاست میں حصہ لے کر کیا کرنا ہے۔) ——— جواب مہیا کر دیا ہے۔ اور یہ ثابت کردیا ہے۔ کہ اگر قوم تعاون کرے تو علماء سیاست میں حصہ لے کر اور انتخاب میں کامیاب ہو کر منبر و محراب کے احکام و مسائل اسمبلی میں زیادہ مؤثر طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ اور قلت تعداد کے باوجود اپنے اہم مطالبات منوا کر آج بھی تاریخ کا دھارا موڑ سکتے ہیں۔

الغرض مولانا نورانی کے یہی وہ تاریخی کارنامے ہیں۔ جن کے باعث انھوں نے تاریخ میں اپنے لئے عظیم مقام حاصل کر لیا ہے۔ اپنے مذہبِ حق

مسلک اہلسنّت کا نام روشن کیا ہے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اور بعض مہربانوں کے افسوسناک و نازیبا کردار کے باعث سنیوں بریلویوں کو چڑھتے سورج کے پجاری اور مفاد پرست اور خوشامدی سمجھنے والے اغیار و مخالفین سے بھی یہ تسلیم کرا لیا ہے۔ کہ اہل سُنّت اپنی اصل اور صحیح تاریخ کے مطابق اپنے عظیم اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلامی خدمات و مقام و نظام مصطفےٰ کے تحفّظ۔ ملک وملّت کے لئے قربانیاں دینے، خطرات کا مقابلہ کرنے اور حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے، انھیں فواحشات سے روکنے اور ان سے حق بات منوانے میں آج بھی سب سے آگے ہیں۔ فالحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذٰلک۔

دُعا ہے۔ کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا شاہ احمد نورانی کو مزید ہمّت و استقامت نصیب فرمائے اور اغیار سے اختلاط و تصویر وغیرہ جن معاملات و فقہی وعملی مسائل میں اختیاری یا مجبوری طور پر ان سے غلطی و کوتاہی سرزد ہوتی ہے۔ اُن میں بھی انہیں حفاظت و اصلاح اور احتیاط و اجتناب کی توفیق بخشے۔ اور ہم سب کو ہمیشہ شریعت وسنّت کا پابند رکھے اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔

مولانا نورانی کی خدمت میں بھی گذارش ہے۔ کہ سیاسی ماحول کے باوجود جہانتک ہو سکے فقہی عملی مسائل میں بھی اپنے جدّ طریقت اعلےٰحضرت کے مسلکِ رضوی کی اتباع کریں۔ اختلافی امور سے اجتناب کی پوری کوشش کریں۔ تاکہ نہ ان سے کوئی شکوہ ہو نہ کسی کو حرف گیری کرنے اور کسی ایسے فعل کی آڑ لینے کی جرأت ہو۔

والد بزرگوار : مولانا شاہ احمد نورانی کا شمار ان شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ ان کو صرف ہم اور آپ ہی نہیں جانتے بلکہ آپ خود اور آپ کا گھرانہ تمام دنیا میں معروف ہے اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کا تعلق خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ نسب سے ہے اور آپ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جنہوں نے دُور دراز کے دورے کر کے دُنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کی شمع روشن کی اور ۵۴ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو دین مبین کی حقانیت پر قائل کر کے مشرف بہ اسلام کیا۔ انھوں نے نامور فلاسفر برنارڈ شا سے اسلام کے موضوع پر مباحثہ کر کے اسے اسلام کے مکمل اور بہترین دین ہونے پر قائل کیا۔ آپ ہی کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں حکومت سعودی عرب نے دنیا بھر کے حاجیوں پر عائد شدہ ٹیکس ختم کیا۔ تحریکِ پاکستان کے لیے مولانا صاحب نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ مُلک و بیرونِ مُلک علماء و مشائخ کو پاکستان کا حامی بنانے اور ان کو میدانِ عمل میں لانے میں آپ کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ بانیٔ پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے آپ ہی کو اسلامی ممالک میں تحریک پاکستان کے لئے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد شاہ عبدالعلیم صدیقی پہلے وزیرِاعظم لیاقت علی خان کی ذاتی دعوت پر پاکستان تشریف لائے۔ اور نمازِ عید کے پہلے عظیم اجتماع کی خطابت اور امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ جس میں بانیٔ پاکستان، وزیراعظم اور دیگر

زعمائے ملک نے شرکت کی۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی اس صدی کے مجدد برحق اعلیٰحضرت مولانا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہما کے خلیفۂ مجاز اور ایسے مقرب بارگاہ تھے۔ کہ مرشد برحق نے مخالفینِ اہلِ سنّت کے مقابلہ میں آپ کے حق میں ارشاد فرمایا ؎

عبدِ علیم کے علم کو سُن کر
جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

آپ کو بھی باایں علم و فضل اپنے مرشدِ برحق اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ سے جو نہائیت درجہ عقیدت تھی۔ اعلیٰحضرت کی شان میں آپ کے طویل قصیدہ کے چند اشعار سے ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

علیمِ خستہ اِک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبانی و تقریری تبلیغ کے علاوہ انگریزی و اردو زبان میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ کئی رسالے جاری کئے۔ بکثرت مساجد

تعمیر کرائیں۔ اور بکثرت مدارس قائم کئے آپ نے کم وبیش ۳۵ مرتبہ حج کعبہ و زیارت گنبد خضریٰ کا شرف حاصل کیا۔ اور ۸۲ برس کی عمر شریف میں ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مبارک قدموں میں مدفون ہوئے۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فرزندِ ارجمند ۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے فرزندارجمند مولانا شاہ احمد نورانی ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپ نے اپنی ثانوی تعلیم ایسے سکول سے مکمل کی جہاں ذریعہ تعلیم عربی زبان تھی نیشنل عربک کالج میرٹھ اور الہ آباد یونیورسٹی سے ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ کو کئی عالمی زبانوں پر عبور حاصل ہے، عربی، فارسی، اردو، انگریزی۔ سواحلی (افریقین) اور فرانسیسی زبانیں بڑی روانی سے بول سکتے ہیں۔ آپ بیک وقت مستند عالم دین۔ حافظ قرآن۔ خوش الحان قاری۔ عالمی شہرت یافتہ مبلغ۔ بلند پایہ مقرر۔ اور عظیم اسلامی مفکر و سیاسی لیڈر ہیں۔ ذاتی طور پر نہایت نرم مزاج، خوش گفتار اور صاحب عجز و انکسار واقع ہوئے ہیں مولانا نورانی نے مدرسہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ میں درس نظامی کی تکمیل کی ہے اور صدر الشریعہ حضرت مولانا شاہ امجد علی صاحب اعظمی مصنف "بہار شریعت" رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ارشد اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھائی حضرت استاذ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب میرٹھی دامت برکاتہم کے شاگرد رشید ہیں۔ حصول علم کے بعد آپ کی دستار بندی کے موقع پر آپ کے استاد محترم کے علاوہ حضرت مفتی اعظم

مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں بریلوی مدظلہم مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم میرٹھی صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہما جیسے اکابر اہلسنت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو دستارِ فضیلت سے مشرف فرمایا ۔ اور سندِ فراغت عنایت فرمائی ۔

بیعت و خلافت اور حج و زیارت

مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے بیعت و خلافت اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں منسلک ہونے کا شرف حاصل ہے ، اور آپ نے پاکستان و بیرونِ پاکستان اپنی وسیع تبلیغی مساعی و مسلسل دینی جدّوجہد اور شریعت و طریقت کی خدمات سرانجام دے کر اپنے والدِ ماجد کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا ہے۔ اب تک آپ چودہ مرتبہ حج کعبہ و زیارت روضہ مقدسہ کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور جہاں تک حج شریف کے علاوہ عمرہ کی ادائیگی و مدینہ کی حاضری کا تعلّق ہے اس کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ اور بار بار اس سعادت سے مشرف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے ۔ کہ مدینہ منوّرہ سے روحانی قلبی تعلق کے علاوہ آپ کا رشتہ بھی مدینہ منوّرہ میں ہوا ہے اور آپ کو خلیفہء اعلحضرت مخدوم اہلسنت شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ اور آپ اپنے خاندان و سسرال دونوں طرف سے مدنی رضوی بریلوی نسبت کے حامل ہیں حج و زیارت کی سعادت و حرمین طیبین

کی مسلسل حاضری کے علاوہ بیرونی ممالک میں آپ کی دینی خدمات و مسلسل تبلیغی دوروں اور سرگرمیوں کا مختصر خاکہ قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

بیرونی ممالک میں تبلیغی دورے

- ۱۹۵۵ء میں دنیا کی قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الازہر کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے۔ اور علماء کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔
- ۱۹۵۸ء میں آپ روس تشریف لے گئے اور وہاں روس کے سوشلسٹ معاشرہ کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا۔ اور علماء اور مسلمانوں کی سرکردہ شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان کے دل کی دھڑکنوں کو سنا۔
- مسلمانوں کے اکثریتی علاقے "زنجبار" میں سوشلسٹ خونی انقلاب کی اندوہناک تباہ کاری کا بہت قریب سے مطالعہ کیا۔ مسلمانوں پر سوشلسٹوں کے انسانیت سوز مظالم، مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی توہین، مساجد کی بے حرمتی، مسلم خواتین کی بے عزتی اور مسلم اقدار و روایات کی پامالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا —
- ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا خیرسگالی دورہ کیا۔ اور دنیا بھر کے علماء سے باہمی رابطہ قائم کر کے مسلمانوں کے لئے زبردست خدمات سرانجام دیں۔
- ۱۹۶۰ء میں مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشس کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۱ء میں سیلون اور شمالی مغربی افریقہ کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۲ء میں صومالیہ۔ کینیا۔ ٹانگانیکا۔ یوگنڈا۔ ماریشس کا دورہ کیا۔
- نیز شمالی نائیجیریا کے وزیر اعلیٰ احمد و بیلو شہید کی دعوت پر نائیجیریا تشریف

لے گئے۔ اور ان کے مہمان کی حیثیت سے چار ماہ تک تفصیلی تبلیغی دورہ کیا۔

- ۱۹۶۳ء میں ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، ماریشیس، نائیجیریا۔ اور اسکینڈنیوین ممالک کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۳ء کے آخر میں عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور چین کی سوشلسٹ حکومت کے بلند بانگ دعووں اور سوشلسٹ نظام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور چین کے مظلوم مسلمانوں کے حالاتِ زار سے آگاہی حاصل کی۔
- ۱۹۶۴ء میں امریکہ، جنوبی امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۵ء میں کینیا۔ تنزانیا۔ یوگنڈا۔ مالاگاسی اور ماریشیس کا دورہ کیا۔
- ۱۹۶۷-۶۸ء میں برطانیہ۔ امریکہ اور جنوبی امریکہ کا دورہ کیا۔

ان تمام ممالک میں مختلف مقامات پر آپ نے اپنے انوکھے انداز میں اسلامی موضوعات پر لیکچر دئے۔ بحث و تمحیص کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں پادری۔ راہب۔ وکلاء ڈاکٹر۔ انجینئر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ آپ دنیا کے جن بکثرت دینی تبلیغی تعلیمی و تربیتی مراکز کی سرپرستی فرمارہے ہیں ان میں سے بعض کے نام درج ہیں۔

- ۔ مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ کالج۔ جینوا جارج ٹاؤن امریکہ • حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام سیلون • حلقۂ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام ماریشیس۔
- بینگ مین مسلم ایسوسی ایشن۔ گیانا • اسلامک مشنریز گلڈ ساؤتھ امریکہ۔
- آل ملایا مسلم مشینری سوسائٹی ملائیشیا • علیمیہ اسلامک مشن کالج ماریشیس۔

• ۔ علیمیہ دار العلوم مارشیس • حنفی مسلم سرکل پریسٹن (برطانیہ) قادریہ اسلامک ورکرز گلڈ ۔ مارشیس • سری نام مسلم ایسوسی ایشن ساؤتھ افریقہ علاوہ ازیں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک گیارہ سال مولانا نورانی ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکریٹری جنرل رہے جس کے صدر مفتیٔ اعظم فلسطین تھے ۔

اندرونِ پاکستان سرگرمیاں

مولانا شاہ احمد نورانی ویسے تو ۱۹۴۹ء ہی میں پاکستان تشریف لا کر کراچی میں مقیم ہو گئے تھے ۔ لیکن کچھ بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں کے باعث اور کچھ کراچی میں محدود مشاغل کی بنا پر آپ پورے ملک میں متعارف نہ ہو سکے اور چند خاص خاص احباب کے علاوہ عام طور پر اہل پاکستان کو معلوم نہ ہو سکا ۔ کہ پاکستان میں ایک ایسی شخصیت بھی موجود ہے ۔ جسے قدرت نے گوناگوں اوصاف و کمالات سے نوازا ہے اور جو آگے چل کر تاریخ پاکستان و ملکی سیاست میں نہایت اہم کردار ادا کر کے بین الاقوامی جوہر دکھائیں گے ۔ اپنوں بیگانوں سے خراجِ تحسین وصول فرمائیں گے ۔ اور عام لوگ اس شخصیت کے کارنامے دیکھ کر بطور تعجب اس خیال کا اظہار کریں گے ۔ کہ معلوم نہیں یہ شیر دل عالم اور اہل سنّت کا ایسا مجاہد رہنما اتنا عرصہ کہاں چھپا رہا ۔

پے در پے ترقی ۔ بہرحال جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات کی سرگرمیاں شروع ہوئیں ۔ تو ماشاء اللہ ساتھ ہی اس شخصیت کی خداداد صلاحیتوں کا ظہور بھی شروع ہو گیا ۔ اور وہ دن اور آج کا دن خدا تعالیٰ نے پے در پے مسلسل ایسی

ترقی اور کامیابی و مقبولیت عطا فرمائی۔ کہ اہلِ پاکستان نے ایک دن خوشگوار حیرت کے ساتھ یہاں تک سن لیا۔ کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلہ میں پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کا انتخاب لڑنے کے لئے متحدہ جمہوری محاذ نے مولانا شاہ احمد نورانی کو منتخب کیا ہے۔

راقم الحروف کی معلومات کے مطابق مولانا شاہ احمد نورانی پہلی مرتبہ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور کے جلسۂ عام میں منظر عام پر آئے۔ بعدازیں ۸ - ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ کو آپ کل پاکستان سُنّی کانفرنس دارالسّلام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں رونق افروز ہوئے۔ اور کانفرنس کی کامیابی میں نمایاں حصّہ لیا اور مولانا مفتی محمد فضل الرحمٰن صاحب مدنی (جنہوں نے آپ ہی کی کوشش سے تشریف لاکر سُنّی کانفرنس کو چار چاند لگائے) کی عربی تقریر کا اردو میں ترجمہ سنایا۔

بعدازیں کراچی و صوبہ سندھ میں آپ انتخابی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ خود حلقہ ۲ کراچی سے قومی اسمبلی کے انتخاب میں حصّہ لیا۔ اور ۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو پیپلز پارٹی کے نمایندہ و دیگر امیدواروں کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

انتخاب کے بعد دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں سابق صدر جمعیت حضرت خواجہ قمرالدین صاحب سیالوی کے زیرِ صدارت جمعیتہ العلماء پاکستان کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں مذہبی، سیاسی اور بین الاقوامی لحاظ سے آپ کی جامع شخصیت کی بناء پر آپ کو جمعیت کے پارلیمانی گروپ کا قائد منتخب کیا گیا۔

چھا گیا چھا گیا ۔ قائد ہمارا چھا گیا

اس کے بعد آپ کی مصروفیات وسرگرمیوں میں مزید اضافہ ہوا۔ ملکی سیاست میں آپ نہایت بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ ارکان حکومت اور بڑے بڑے پرانے لیڈر ملکی سیاست میں اس نو وارد لیڈر سے مشورہ کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ اور آپ کے ارشادات سے متاثر ہونے لگے۔

ایک طرف ریڈیو اور پورا ملکی پریس آپ کے نام وبیان سے گونجنے لگا اور دوسری طرف پورے جوش وخروش سے اس قسم کے نعرے سنائی دینے لگے۔

مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد

قائد اہلسنت زندہ باد۔ مجاہد اسلام زندہ باد۔ حق وصداقت کی نشانی مولانا شاہ احمد نورانی ۔ جیوے جیوے ساڈا شاہ نورانی ۔ نورانی میاں آوے ہی آوے۔

آگیا آگیا شاہ نورانی آگیا

چھا گیا چھا گیا قائد ہمارا چھا گیا

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مارچ ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ

"مختصر سی سیاسی زندگی میں ان کے اندر منجھے ہوئے سیاست دان کے سے انداز ابھر آئے ہیں۔ انہوں نے ملک کے پرانے سیاست دانوں کی نگاہوں میں ایک محترم مقام حاصل کر لیا ہے۔

جمعیت العلماء پاکستان کو ایک خالص مذہبی (و پسماندہ) جماعت کی سطح سے اٹھا کر ملک کی معروف سیاسی جماعتوں کی صف میں لا کھڑا کرنے

کا سہرا انہی کے سر ہے۔ صدر بھٹو کے عہدۂ صدارت سنبھالنے کے بعد ملک سے مارشل لا کی لعنت کے خاتمہ کا مطالبہ کرنے والوں میں جن لوگوں کی آواز زیادہ زور سے اور زیادہ بلند محسوس ہوتی ہے۔ ان میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی شامل ہیں۔"

خانیوال کنونشن ۔جب سابق صدر جمعیت حضرت خواجہ صاحب سیالوی اپنی بعض وجوہ کی بنا پر جمعیت کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ اور علماء کے اصرار کے باوجود دوبارہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ تو ان کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی نے جمعیت کی صفوں میں کوئی انتشار و خلاء واقع نہیں ہونے دیا۔ اور کافی عرصہ جمعیت کے "قائم مقام سربراہ" کی حیثیت سے جمعیت کا کام سرانجام دیا۔ بتاریخ ۲۳/۲۲ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۷/۲۶ مئی ۱۹۷۳ء جامعہ غوثیہ خانیوال میں سندھ۔ پنجاب۔ سرحد بلوچستان کے علماء و ارکانِ جمعیت کا نمائندہ تاریخی کنونشن منعقد ہوا۔ تو اس میں بالاتفاق مولانا شاہ احمد نورانی کو صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو جنرل سیکرٹری مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان منتخب کیا گیا۔ خانیوال کنونشن کی کامیابی و اس انتخاب پر جہاں اہلسنت و جماعت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہاں حکومت کے زیر اثر اخبارات و حکومت کی خوشنودی چاہنے والے حضرات نے اس کنونشن سے قبل اور اس کے بعد کنونشن کو ناکام بنانے کے لئے سخت پراپیگنڈا کیا۔ مگر اہل سنت و بہی خواہانِ جمعیت نے موجودہ وقت میں اس انتخاب

کو نہایت موزوں ترین اور جمعیت کے لئے نیک فال قرار دیا۔ اور ان کے نعرہائے تحسین و مرحبا میں مخالفانہ پراپیگنڈہ کا اثر زائل ہو گیا۔

یہ تو تھی اندرونِ جمعیت جماعتی سطح پر مولانا نورانی کی کامیابی و برتری کا

دوسروں کی نظر میں ۔ اب آئیے۔ ملک کی دیگر سیاسی جماعتوں اور مختلف پارٹیوں میں مولانا نورانی کی "قدر آور" شخصیت کی برتری ملاحظہ فرمائیے۔ جب "متحدہ جمہوری محاذ" کی تشکیل ہوئی۔ تو اس میں بھی مولانا کی شخصیت بہت نمایاں چھائی ہوئی نظر آئی۔ ہفت روزہ "میروطن" لاہور نے ۲۵ مئی ۷۳ء کی اشاعت میں مولانا نورانی کو متحدہ محاذ کی "روح رواں" قرار دیا ہے۔ اور روزنامہ "امروز" لاہور ۲۹ جولائی کی اشاعت میں رقمطراز ہے۔ کہ

"مولانا نورانی کی تقریروں سے معلوم ہوا کہ بڑے آتش گفتار آدمی ہیں۔ اور متحدہ محاذ میں تو بیشتر انہی کا طوطی بولتا ہے۔"

اور اس وقت اس بات کی عملاً تصدیق ہو گئی۔ جب مسٹر بھٹو کے مقابلہ میں پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے لئے ۵ اگست ۱۹۷۳ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے متفقہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کو اپنا امیدوار و نمائندہ مقرر و نامزد کیا۔

یہ الگ بات ہے۔ کہ مسٹر بھٹو اپنی حکمران پارٹی کی اکثریت کی بنا پر وزیر اعظم منتخب ہو گئے۔ لیکن متحدہ محاذ سے "اختلاف رائے" کے باوجود وزارت عظمیٰ کے انتخاب سے یہ بات بہرحال طے ہو گئی۔ کہ مولانا

شاہ احمد نورانی اندرون جماعت صرف اپنے گھر ہی میں مقبول و ممتاز نہیں بلکہ دیگر جماعتوں اور مخالف پارٹیوں میں بھی ان کی شخصی عظمت و محترم مقام مسلم ہے۔ اس تذکرہ سے متحدہ محاذ کی تحسین و حمایت مقصود نہیں بلکہ صرف مولانا نورانی کی شخصیت پیش نظر ہے۔

روزنامہ "امروز" نے ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں نورانی صاحب کا قومی اعزاز" کے زیر عنوان مزید لکھا ہے۔ کہ مولانا شاہ احمد نورانی۔ متحدہ حزب اختلاف میں شامل تمام جماعتوں کے معیار اور سیاسی سمجھ بوجھ کے مطابق اس عہدہ (وزارت عظمیٰ) کیلئے موزوں ترین امیدوار ہیں۔"

علاوہ ازیں وزارت عظمیٰ کے انتخاب سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا۔ کہ ماحول کی ناسازگاری کے باوجود مولانا شاہ احمد نورانی مکمل اسلامی نظام کے نفاذ، پاکستان کی سالمیت و بہبود اور آمریت و ظلم و تشدد کے مقابلہ کے لئے ماشاءاللہ بہت بڑی جرأت رکھتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ بڑے سے بڑے مقابلہ و قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اور کوئی حمایت نہ کرے تو بانگ دہل آپ نے اتمام حجت فرما کر اس بات کا عملی نمونہ پیش کر دیا ہے۔ کہ ے

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

ذرا۔ عہد رفتہ کو آواز دینا۔

دورِ حاضر میں اپنے اسٹیج پر بھی اور متحدہ جمہوری محاذ کے پلیٹ فارم پر بھی مولانا شاہ احمد نورانی کی چمک دمک اور ان کی بدولت اہلسنت کا چرچا اور جمعیۃ العلماء پاکستان کی اہمیت سب پر واضح ہے۔ اس صورت حال کے مقابلہ میں ذرا عہد رفتہ کی طرف آئیے۔ یہ عہد ۱۹۶۸ء کا آخری اور ۱۹۶۹ء کا ابتدائی عہد ہے۔ سابق صدر ایوب خاں کے خلاف زور شور سے تحریک جاری ہے۔ اور "جمہوری مجلس عمل" مصروفِ عمل ہے۔ "جمہوری مجلس عمل" میں مختلف پارٹیاں شامل ہیں۔ اور ان کے لیڈروں کی سرگرمیاں اور بیانات روزانہ منظر عام پر آ رہے ہیں۔ موجودہ متوازی گروپ کے رہنما اسوقت جمعیۃ العلماء کے صدر کہلاتے ہیں۔ مگر ایوبی حکومت کے بہت قریب ہونے کے باعث ایوب خاں کی مخالف تحریک کے مقابلہ میں نہ وہ کوئی نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی حزب اختلاف "جمہوری مجلس عمل" میں اہل سنت و جمعیۃ العلماء پاکستان کی کوئی نمائندگی ہے۔ لہٰذا سوادِ اعظم اہل سنّت کی "نمائندہ سیاسی تنظیم" ہونے کے باوجود نہ حزب اقتدار میں جمعیۃ العلماء کا کوئی وزن ہے۔ اور نہ ہی حزب اختلاف میں اہل سنّت کا کوئی مقام ہے۔ یعنی اس مقابلہ میں اکثریت کے باوجود ملک میں اہل سنّت کا کسی طرف بھی کوئی قابل ذکر مظاہرہ نہیں۔ عوام اہل سنّت و جماعت سخت پریشان

ﷺ اس دوران جماعتی سطح پر جماعت اہلسنت کے مطالبات و سرگرمیاں جاری رہیں۔

ہیں۔ اور روزنامہ اخبارات میں اغیار و مخالفین نے نمایاں بیانات و سرگرمیاں دیکھیے کو دم بخود رہ جاتے ہیں۔

وہ بھی دیکھا — یہ بھی دیکھ

اس عہد رفتہ کے مقابلہ میں ذرا موجودہ دور میں اہلسنت وجماعت کا نمایاں مقام اور جمعیۃ العلماء پاکستان کا جماعتی وقار و متحدہ جمہوری محاذ میں اس کی جدوجہد اور پیار دیکھ کر اندازہ فرمائیے کہ مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنے حسن تدبر۔ بیدار مغزی مسلسل تگ و دو اور سیاسی بصیرت کی بنا پر مختصر سے عرصہ میں دور گذشتہ کی کس طرح کسر پوری کی ہے۔ اہلسنت وجماعت کے وقار میں کتنا اضافہ فرمایا ہے۔ اور عہد رفتہ کی پستی کے مقابلہ میں جمعیۃ العلماء پاکستان کو کتنی بلندی پر پہنچا دیا ہے۔ اور مولانا نورانی کی شخصیت کے تعارف کے ساتھ ساتھ کتنے وسیع پیمانہ پر جمعیۃ العلماء پاکستان کی تشہیر و تبلیغ اور پراپیگنڈا و پبلسٹی ہو رہی ہے۔ ملکی سیاست میں کونسا قابل ذکر مسئلہ و پروگرام ہے۔ جس میں چشم بد دور۔ نورانی میاں کا تذکرہ نہیں۔ اور اسلام کی سربلندی و تحفظ ختم نبوت سے لیکر تحریک جمہوریت و سیلاب زدگان کی امداد تک کونسا معاملہ ہے جسمیں اُن کا مجاہدانہ حصہ نہیں۔

یاد رہے۔ کہ جمعیۃ العلماء پاکستان کے علاوہ جو جماعتیں — آج

"متحدہ جمہوری محاذ" میں شامل ہیں۔ تقریباً یہی جماعتیں ایوب خاں
کے مقابلہ میں "جمہوری مجلس عمل" میں شامل تھیں۔ مگر انہوں نے اس
وقت جو نکات مرتب کئے تھے۔ ان میں زیادہ تر جمہوریت پر ہی دارومدار
تھا۔ اور ان نکات میں "اسلامی دستور" کا نکتہ شامل نہیں تھا۔
مگر آج متحدہ جمہوری محاذ کے بارہ نکات میں اسلامی دستور سرفہرست
ہے۔ اور اس نکتہ کے تحت آئین میں کافی حد تک ترامیم کرائی جا چکی
ہیں۔ کیا یہ نورانی میاں ہی کی برکت نہیں ہے۔ کہ متحدہ جمہوری محاذ میں
شامل سوشلزم کے حامی حضرات بھی اسلام و نظریہ پاکستان کے علمبردار بن
گئے ہیں۔ اور انہوں نے سوشلزم صرف بارہ نکات ہی سے خارج نہیں
کیا بلکہ آئین پاکستان سے بھی اسے خارج کرا دیا ہے۔ اور اسلام کو پاکستان
کا سرکاری مذہب بھی تسلیم کرا لیا ہے۔ حالانکہ پہلی جمہوری مجلس عمل میں
اسلام کا نام تک ہی نہیں تھا۔

رفقاء کار۔ سخت ناانصافی ہو گی۔ اگر ہم اس موقع پر مولانا
شاہ احمد نورانی کے ان باہمت و مستعد رفقاء کار کا ذکر نہ کریں۔ جو ہر
موقع و منزل میں مولانا نورانی کے ساتھ پرخلوص تعاون کر رہے ہیں۔ اور آپ
کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ ان رفقاء کار سے مراد حضرت علامہ مولانا
عبدالمصطفےٰ صاحب ازہری ایم این اے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب
رضوی ایم این اے۔ حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی "سینیٹر"
ملک محمد اکبر ساقی۔ بریگیڈیئر شاہ فرید الحق صاحب۔ مفتی محمد حسین صاحب

مسٹر عثمان کینیڈی، مسٹر ظہور الحسن بھوپالی۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی۔ مولانا علامہ محمد شریف صاحب ملتان۔ حضرت علامہ غلام علی صاحب اوکاڑوی۔ حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب لائلپوری وغیرھم ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ایسے حضرات کی تعداد زیادہ فرمائے۔ اور ان سب کو سنیت کے بول بالا و خدمت ملک و ملت کی مزید توفیق بخشے۔ آمین۔

مخالفت کا طوفان۔ اپنوں اور بیگانوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کی اس عظمت و مقبولیت کے باوجود دنیا کی دوسری بڑی بڑی تاریخی شخصیتوں کی طرح آپ کو بھی متعدد مرتبہ طوفانِ مخالفت کا سامان کرنا پڑا۔ چونکہ آپ نے اسلامی نظام و ختم نبوت کی بھرپور تبلیغ کے ساتھ ساتھ مرزائیت و سوشلزم وغیرہ باطل ازم کے خلاف زبردست جہاد فرمایا۔ اور حکومت کے غیر اسلامی و غیر جمہوری اقدامات کے خلاف مسلسل نعرۂ حق بلند کیا۔ اس لئے آپ کے خلاف مقدمات بھی درج ہوئے۔ آپ کے خلاف بدزبانی کا مظاہرہ و جلسوں اور مکان پر حملے اور پتھراؤ بھی ہوتا رہا۔ مگر آپ کے عزم و ارادہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور آپ نے راہِ حق میں مسلسل استقامت کا مظاہرہ کیا۔ سچ ہے۔ ؎

گو لاکھ زمانہ دشمن ہو حالات بھی خوش اطوار نہ ہوں
باطل سے ٹکرانے والے باطل سے ٹکراتے ہیں۔

اپنوں کی ناقدری۔ اغیار و ناقدر شناس دنیادار و دل آزاد لوگ اگر کسی ایسی شخصیت کی مخالفت کریں۔ تو چنداں تعجب کی بات نہیں۔ مگر یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

جہاں ایک دنیا مولانا نورانی کے مجاہدانہ اور تاریخ ساز کردار پر آفرین کہہ رہی ہے۔ وہاں بعض اپنے "علماء و مشائخ" کہلانے والے ہی مولانا نورانی کی ناقدری و ان کے خلاف غلط پراپیگنڈا میں سرگرداں ہیں مولانا نورانی بفضلہ تعالیٰ ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کا عملی نمونہ ہیں۔ اسی لئے مولانا کی حق گوئی و بیباکی اور ملک کو بچانے کیلئے مشرقی پاکستان کی نازک صورتِ حال کے پیشِ نظر ولیوں کی اکثریتی پارٹی کے رہنما کو اقتدار سونپنے کے مطالبہ پر جب سابق صدر یحییٰ خان کی تیوری چڑھی۔ تو ان مخالف "علماء و مشائخ" نے مجیب الرحمٰن کی آڑ لے کر یحییٰ خاں کی خوشنودی کے لئے مولانا نورانی کے خلاف محاذ قائم کیا۔ مگر مولانا کو نیچا دکھانے کی بجائے خود ہی ناکام ہوئے۔ اور ساتھ ہی یحییٰ خاں کو بھی لے ڈوبے۔

اور اب ان لوگوں نے متحدہ جمہوری محاذ میں شرکت کی آڑ لے کر پھر

مولانا نورانی کے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے۔ اور وہ بھی اس نازک وقت میں جب کہ غلط نظام کے خلاف جہاد میں مولانا کے ہاتھ مضبوط کرنے کی ضرورت تھی حالانکہ مولانا نورانی کے پیش نظر اس وقت بھی اسلام کی سربلندی و پاکستان کی حفاظت تھی اور اب بھی اسلام کی سربلندی پاکستان کی سالمیت ہی پیش نظر ہے۔ اور ان مخالف "علماء و مشائخ" کے پیش نظر اس وقت بھی ذاتی مفاد، حکومت کی خوشنودی اور حسد و رقابت کا جذبہ تھا اور الا ماشاء اللہ اب بھی یہی چیز ان کی مخالفت میں کارفرما ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ لوگ مسلک کی حمایت و نورانی کی مخالفت میں مخلص ہوتے تو ماضی و حال میں خود کبھی ایسے متحدہ محاذوں اور مخلوط کمیٹیوں میں شامل ہوتے۔ اور نہ خود خلاف مسلک لوگوں سے ان کی راہ و رسم دوستی اور میل ملاپ کیوں ہوتا۔ پھر اگر متحدہ محاذ برا ہے تو اچھا ابن تو کیا۔ صاحب اقتدار ہونے ہوئے حکومتی محاذ" میں اس سے زیادہ خرابی نہیں۔ جن کے باوجود حکومت کو ان کی حمایت حاصل ہے۔ اور یہ حضرات بالخصوص طور پر مولانا نورانی و متحدہ محاذ کی مخالفت وغیرہ انہی مسائل پر زور تنقید زیادہ صرف کرتے ہیں جن سے حکومت کی منشاء پوری اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ کیا ان کے اس کردار سے ان کا خلوص و موقف مجروح و مشکوک نہیں ہوتا۔ بہرحال اس مخالفانہ مہم سے پہلے کی طرح اب بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور مولانا نورانی کے لئے اقبال کا یہ پیغام کافی ہے کہ

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

ہیں حاکمانِ وقت بھی مرعوب زندہ باد

(ایک شیر ہے جو گونج رہا ہے کچھار میں)

حق گوئی و بیباکی، اصول پسندی و ثابت قدمی

جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کی چند روشن مثالیں

پہلی تقریر۔ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس کی پہلی تقریر میں خطبۂ شریفہ و قصیدہ بردہ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

پڑھ کر فرمایا۔

"یہ جو مسودہ آئین لہٰذا اس میں پیش کیا گیا ہے وہ اسلام کی روح کے منافی ہے۔ اس میں اگرچہ بعض ایسی دفعات شامل ہیں جو بظاہر اسلامی نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں کوئی اسلامی روح کارفرما نہیں ہے۔ حکومت کی تمام نیک نیتی کے باوجود ان دفعات سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان میں وہ تاریخ متعین نہیں کی گئی جس تاریخ تک بینکوں کا سود۔ شراب اور نائٹ کلبوں اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے قوم کو نجات مل جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ستم ظریفی یہ ہے کہ دوسری اصلاحات تو حکومت انتہائی عجلت میں نافذ کرتی جا رہی ہے لیکن

جو برائیاں معاشرہ کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں ان کو دور کرنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔

آئین میں نہ اسلام کی تعریف متعین کی گئی ہے نہ مسلمان کی درآنحالیکہ منکرین ختم نبوت۔ دہریئے اور کمیونسٹ مسلمانوں کے سے نام رکھ کر چور دروازے سے اسلام کی صفوں میں گھس آئے ہیں اور مسلمانوں کے اندر انتشار برپا کر رہے ہیں۔ آئین کے اندر مسلمان کی تعریف میں یہ بات درج ہونی چاہیئے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدانیت۔ قیامت کے آنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ جو لوگ حضور کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ مولانا نورانی جب یہ صراحت فرما رہے تھے تو پیپلز پارٹی کی صفوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ جس سے صاف محسوس ہوتا کہ تیر نشانے پر بیٹھے ہیں (ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۷۳ء)

نشری تقریر ۳۰ جنوری ۱۹۷۳ء کو آئینی سمجھوتہ پر ریڈیو ٹیلیویژن سے اپنی نشری تقریر میں فرمایا۔ یہ بالکل اسی طرح بدعہدی کی گئی ہے۔ جس طرح ماضی میں حکمران جماعتیں کرتی رہی ہیں کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ کے جسم پر اسلام کو عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں۔ کہ کیونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر عمل کرتے ہیں تو ہمیں عادتیں بدلنی پڑیں گی عمل کرتے ہیں تو شراب چھوڑنی پڑے گی۔ عمل کرتے ہیں تو فسق و فجور کو

چھوڑنا پڑے گا۔ زنا کو چھوڑنا پڑے گا جوئے کو چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلامی قوانین کو اور اسلامی احکامات کو اگر ہم اپنے اوپر نافذ کریں۔ تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا۔ اور ہم پابند ہو جائیں گے۔ تو اس لئے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے در پئے ہیں"۔

عہدہ صدارت کا چیلنج — ۱۰ ر جون ۱۹۷۳ء کو جامعہ رضویہ لائلپور میں فرمایا۔ صدر بھٹو صدارت کے عہدہ سے مستعفی ہو جائیں۔ اور تین چار ماہ کے دوران نئے انتخابات کرائے جائیں۔ میں صدر بھٹو سے صدارت یا کسی بھی اور عہدہ کے لئے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں"۔

حکومت کے کیڑے — مسٹر بھٹو کے عہدۂ صدارت سنبھالنے کے بعد ایک مجلس میں صدر بھٹو صاحب سے مولانا نورانی کا تعارف کرایا گیا۔ تو بھٹو صاحب نے کہا "اچھا یہ ہیں مولانا نورانی۔ جو حکومت کے کاموں میں کیڑے نکالتے ہیں"۔ مولانا نورانی نے فرمایا "حکومت اپنے کاموں میں کیڑے نہ پڑنے دے۔ تو ہمیں کیوں نکالنے پڑیں"۔ مولانا کے اس برجستہ جواب سے حاضرین خوب محظوظ ہوئے۔

"مساوات" کا انداز — روزنامہ "مساوات" حکمران پارٹی کا ترجمان ہونا تو بس خصوصی ہے۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کے مقابلہ میں جب ۱۵ مئی ۱۹۷۳ء کو راولپنڈی میں متوازی گروپ کے کنونشن

کا اعلان وانعقاد ہوا۔ تو "مساوات" نے ۱۵ر مئی کو یہ سرخی جمائی۔ کہ
"نورانی کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑیگا"
اور ۱۶ر مئی کو اس عنوان سے خبر دی۔ کہ
"نورانی گروپ کمزور پڑگیا"
"مساوات" کو چونکہ حکمران پارٹی میں گھر کے بھیدی" کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے اس کی متوازی گروپ سے اس دلچسپی و انداز رپورٹ سے صاف اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکمران پارٹی مولانا شاہ احمد نورانی سے کسقدر مرعوب و خوف زدہ ہے۔ کہ محض ان کی شکست و کمزور کرنے کے خیال سے ان کے مقابلہ میں متوازی گروپ قائم کیا گیا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ مولانا نورانی کو وہ مقام حاصل ہو چکا ہے۔ کہ اس قسم کی مخالفانہ کوششوں سے انشاء اللہ ان کے وقار میں اضافہ ہی ہوگا۔ کمی نہیں آئیگی

ظہور الٰہی کی معافی۔ متحدہ جمہوری محاذ میں شمولیت سے پہلے ایک مرتبہ قومی اسمبلی میں چودھری ظہور الٰہی نے مسٹر بھٹو کے متعلق جب یہاں تک کہا دیا۔ کہ ہر گھر میں بھٹو کی تصویر ہے۔ اور پنجاب کے لوگ بھٹو کی پرستش کرتے ہیں۔ تو مولانا نورانی فوراً کھڑے ہوئے۔ اور سپیکر کو متوجہ کر کے فرمایا۔ کہ پرستش و عبادت رب تعالیٰ کے لئے خاص ہے لہٰذا چودھری صاحب اپنے الفاظ واپس لیں۔ اور توبہ کریں۔ چنانچہ مولانا کے اس احتجاج پر چودھری صاحب نے الفاظ واپس لے لئے۔

وزیر صحت کی معافی۔ ۲ر اگست ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں

نوریں حجت شیخ رشید کی اپنی ہی پارٹی کے میاں عطاء اللہ سے جھڑپ ہو گئی۔ شیخ رشید نے میاں صاحب کی داڑھی پر چوٹ کی۔ تو مولانا نورانی نے سپیکر کو متوجہ کر کے فوراً فرمایا "جناب والا۔ ذرا غور فرمائیے۔ کہ شیخ صاحب داڑھی والوں کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں" اس پر شیخ رشید بولے۔ کہ میں اپنے الفاظ کے لئے معافی مانگتا ہوں۔

غلام رسول تارڑ۔ لوگ یہ بات بھی کہتے ہیں۔ کہ شیخ عناد ہو رہے ہیں۔

شیخ رشید۔ میں ایک بار پھر معافی مانگتا ہوں" (روزنامہ جمہور لاہور)

فاتحہ خوانی: ۲۸ جولائی ۱۹۷۳ء کو لاہور متحدہ محاذ کے اجلاس میں تین فوت شدگان کی فاتحہ خوانی کا مسئلہ پیش ہوا۔ جن میں ایک چودھری فضل القادر مرحوم تھے اور دوسرے دو عقیدتاً مخالفین صحابہ سے متعلق تھے، چنانچہ مولانا شاہ احمد نورانی نے برملا فرمایا۔ کہ چودھری صاحب مرحوم چونکہ سنی العقیدہ اور سچے محب وطن تھے۔ لہٰذا ہم ان کی فاتحہ ضرور پڑھیں گے۔ لیکن دوسروں کے متعلق ہم معذور ہیں۔ اس لئے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مخالف ہیں۔ ہمارے مسلک کے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے بموجب وہ فاتحہ خوانی کے مستحق نہیں۔ اس پر بعض شرکاء نے کہا۔ کہ فاتحہ خوانی میں کیا حرج ہے؟ تو نورانی صاحب نے فرمایا۔ آپ کا حرج نہیں۔ تو آپ کی مرضی۔ لیکن ہم اس پر مجبور نہیں چنانچہ آپ نے چودھری صاحب کی فاتحہ خوانی فرمائی۔ لیکن دوسروں

کی فاتحہ خوانی میں شامل نہیں ہوئے۔

لینن کی سمادھی ۱۹۵۸ء میں جب آپ روس کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ تو روسی حکومت کے پروگرام کے مطابق سوشلسٹ لیڈر لینن کی سمادھی پر پھول چڑھانے سے انکار کر کے اپنی غیرت ایمانی تعلیم اسلامی اور مضبوط کردار کا شاندار مظاہرہ فرمایا۔

بھٹو اور نورانی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ مولانا نورانی نے جہاں ایک مرد درویش ہو کر لینن کی سمادھی پر پھول چڑھانے سے انکار فرما کر ایک بلند دینی ملی قومی روایت قائم فرمائی۔ وہاں مسٹر بھٹو نے باوجود تخت و تاج اور صدر مملکت ہوتے ہوئے اپنی دینی ملی روایات کو نظر انداز کر کے مولانا نورانی کے برعکس کردار ادا کیا۔ چنانچہ بھٹو کے دورہ روس کے موقع پر یہ خبر آئی۔ کہ

ماسکو۔ ۱۷ مارچ۔ صدر ذوالفقار علی نے آج لینن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ پھولوں کی ڈور پر

"پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے عظیم لینن کو ہدیۂ عقیدت"

کے الفاظ کاڑھے گئے تھے۔ نصرت بھٹو اور پاکستانی وفد کے دوسرے ارکان بھی اس موقع پر صدر کے ہمراہ تھے۔ پھولوں کی چادر چڑھانے کے بعد صدر بھٹو لینن کی یاد میں ایک منٹ کے لئے خاموشی سے ستادہ رہے۔" (روزنامہ امروز لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۷۲ء)

عہ ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے امیر فیصل نے بھی گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھائے۔

(نوائے وقت ۵۵/۵/۱۱)

یاد رہے کہ مسٹر بھٹو کا یہ دورہ روس بھارت سازش کے تحت مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد ہوا تھا۔

اَستَغفِرُوا اللّٰہَ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ے
تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

سابق صدر یحییٰ سے تاریخی گفتگو

(مولانا نورانی کی جرأت فراست اور سیاسی بصیرت کا عظیم شاہکار)

شراب ہٹا دیجئے۔" مارچ ۱۹۷۱ء قصر صدارت ڈھاکہ میں بلایا گیا۔ میں (نورانی) ساڑھے نو بجے صبح اکیلا صدر یحییٰ سے ملنے گیا۔ صدر کے ساتھ تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ بظاہر فوجی دکھائی دیتے تھے۔ صدر صاحب گلاس تھامے بیٹھے تھے۔ اور ان کے منہ سے سخت بدبو آرہی تھی۔ وہ جب ہاتھ ملانے بڑھے تو میں اسی وقت سمجھ گیا کہ مے نوشی کا شغل ہو رہا ہے۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ آپ نے کس لئے یاد کیا۔

یحییٰ۔ آپ کو معلوم ہے کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔

نورانی۔ حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے۔ تو یہ آپ کیا پی رہے ہیں۔ اس کو ہٹا دیجئے۔ ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے

گزر رہا ہے۔ اور آپ مے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔ اس شراب کو ہٹائیے۔ ورنہ ہم جاتے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے مَیں (نورانی) کھڑا ہو گیا۔ لیکن صدر نے اشارہ کر کے گلاس اور بوتل ہٹوا دی۔ اور پھر کہنے لگے۔ تشریف رکھئے۔"

یحییٰ۔ مجیب الرحمٰن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں۔ کہ آپ بھی مجیب سے اس موضوع پر بات کریں۔

نورانی۔ ملک کی سالمیت کے لئے بہرحال ہم مجیب سے بات کریں گے۔ اور صحیح صورتِ حال آپ کو بتا دی جائے گی۔

دوبارہ طلبی۔ ۸ بجے رات کو ایوانِ صدر سے پھر طلبی آ گئی۔ جب مَیں وہاں پہنچا۔ تو میاں دولتانہ سردار شوکت حیات۔ مفتی محمود خان عبدالولی اور ایک اور صاحب صدر کے سامنے بیٹھے تھے۔

یحییٰ۔ کہئے (شیخ مجیب کی ملاقات کا سلسلہ) کیا رہا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے۔ ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ ہم نے ۲۲ فروری کو ہی آپ سے کہدیا تھا۔ کہ (اسمبلی کا) سیشن ملتوی نہ کیجئے گا۔

یحییٰ۔ مَیں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کر سکتا ہوں۔

نورانی۔ مَیں جھلّا کر بولا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کو کونسے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا۔ جبکہ ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت اقتدار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہیئے تھا۔

جنرل پیرزادہ۔ صدر صحیح کہتے ہیں۔ اقتدار کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟

نورانی۔ میں ایک دم بولا۔ آپ کو ہماری اور صدر کی گفتگو میں مداخلت کا حق حاصل نہیں۔ آپ کون صاحب ہیں۔ ہم نہیں جانتے (اس وقت تعارف نہیں ہوا تھا) آپ خاموش رہیں۔ اور صدر سے ہم کو بات کرنے دیں۔

یحییٰ۔ صدر ایوب کیونکہ بیمار تھے۔ اس لئے انہوں نے مجھے نامزد کیا تھا۔

نورانی۔ صدر ایوب کو نہ اپنے بنائے ہوئے آئین کی دھجیاں اڑانے کا حق تھا۔ نہ آپ کو۔

یحییٰ۔ عجیب اب اقتدار کی نہیں وہ اسمبلیوں کی بات کرتا ہے۔

نورانی۔ ہم سے انہوں نے کہا کہ صدر یحییٰ جھوٹ بولتا ہے۔

یحییٰ۔ عجیب بکتا ہے۔ سالہ جھوٹا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ اگر وہ جھوٹا ہے۔ بقول آپ کے۔ اور آپ جھوٹے ہیں۔ بقول اس کے تو ایک طریقہ سچائی کو پرکھنے کا باقی ہے۔ وہ یہ کہ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ بھی ہیں۔ آپ کل دس بجے صبح سب کو گول میز کانفرنس میں بلائیں۔ معلوم ہو جائے گا۔ کہ عجیب کیا کہتا ہے۔ اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ سچا کون ہے جھوٹا کون ہے

یحییٰ۔ (ذرا برہم ہو کر) میں گول میز نہیں بلاؤں گا۔

نورانی۔ میں بھی غصے سے بولا مسٹر صدر آپ مؤذن نہیں۔ کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہا اور نماز ہو گئی۔

یحییٰ۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کہ فوج کو حکم دوں کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

نورانی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ ہوگا مسٹر پریذیڈنٹ۔

• (میری بات کی سب مذکورہ بالا) حضرات نے تائید کی۔ وہ سب میری گفتگو پر بڑے عزت لے رہے تھے۔

یحییٰ۔ بہرحال میں فیصلہ کر چکا ہوں۔

نورانی۔ (ہم سب نے کہا) اس مسئلہ کا فوجی حل نہیں۔ سیاسی حل ہونا چاہئیے۔

البوداؤد۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے خلوص، حُبّ الوطنی کے جذبہ سے سرشار مشورہ اور حقائق سے لبریز بصیرت افروز گفتگو کو یحییٰ خان ڈکٹیٹر نے اپنے غرور و نشہ کی بدمستی میں نہ ماننا تھا۔ نہ مانا۔ پھر نورانی صاحب کے مشورہ کے برعکس اس کے فوجی اقدام کا جو نتیجہ رونما ہوا۔ اور جس طرح ملک کے دو ٹکڑے ہوئے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔

یحییٰ خان کے پاس باہیں فوج و سپاہ اور حکومت و صدارت سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی بصیرت اندھی۔ سیاست فیل اور پروگرام ناکام ہو گیا۔ اور وہ خود زندہ درگور ہو کر قومی مجرم و ملک کا غدار قرار پایا۔

اور بایں درویشی ماشاء اللہ مولانا شاہ احمد نورانی کی فراست فتح پا گئی۔ بصیرت چمک گئی۔ سیاست جیت گئی۔ اور وہ خود زندۂ جاوید بنکر ملک کے عظیم مدبر، دور اندیش رہنما اور قومی ہیرو قرار پائے۔

ہوا بھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

پہلی ملاقات ۔ یہ تھی ڈھاکہ میں یحییٰ سے مولانا نورانی کی آخری ملاقات و گفتگو کی روئداد۔ اب آئیے ۲۲ر فروری ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی میں یحییٰ و نورانی کی پہلی ملاقات و گفتگو کی چند جھلکیاں بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یحییٰ ۔ ملکی حالات بہت خراب ہیں۔ مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان میں دونوں اکثریتی پارٹیاں مشترکہ طور پر مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں تو ملک کے لئے بہتر ہوگا۔ ورنہ پاکستان کو بچانے کے لئے مجھے اور فوج کو اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔

نورانی ۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی معاملات اسمبلی کے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لئے کیا باقی بچے گا۔ آئین پر افہام و تفہیم کے لئے اسمبلی میں بات ہونا ضروری ہے اور اسمبلی سے باہر سیاسی مسائل پر گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور یہ اقدام جمہوری روایات کے سخت خلاف ہے۔

یحییٰ ۔ میں نے اس عرصہ میں اسمبلی کا اجلاس اس لئے نہیں بلایا تھا۔ کہ میں پُر خلوص طریقہ سے کوشاں ہوں کہ پاکستان کے لئے مستقل آئین بن جائے۔

نورانی ۔ دستور بنانے کے لئے آپ نے ایک سو بیس دن کی مدت مقرر کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے تمام مسائل باہر طے ہوں۔

ہونا یہ چاہیئے ۔ کہ تمام سیاستدان اسمبلی میں جمع ہوں ۔ اور اپنے جوہر دکھائیں ۔ اگر وہ لوگ بدستور رہیں ناکام ہو جائیں گے ۔ تو عوام کو معلوم ہو جائے گا ۔ کہ سیاستدان آئینی معاملات میں مخلص نہیں بلکہ مستقل فوجی حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں ۔

شیخ مجیب الرحمٰن چونکہ اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں ۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں ۔ کہ قومی اسمبلی منتخبہ پاکستان کا منتخبہ ادارہ ہے ۔ اس لئے ان کو بھی اسمبلی میں آکر بات کرنے کا موقعہ دینا چاہیئے ۔ مگر ابھی آپ نے فرمایا ہے ۔ کہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی اور مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹیاں مل بیٹھنے کو تیار نہیں ۔ یہ بات ہمیں کھٹکتی ہے ۔ کیونکہ ایک ملک میں ایک اسمبلی کے تحت ایک میجارٹی پارٹی ہوتی ہے ۔ ملک دو نہیں کہ دو اکثریتی پارٹیاں ہوں ۔

یحییٰ ۔ بھٹو صاحب کی بھی اس ونگ میں ایک میجارٹی پارٹی ہے اور وہ اسمبلی سے بائیکاٹ کی باتیں کر رہے ہیں ۔ اگر مغربی پاکستان کے تمام ارکین اسمبلی میں نہ جائیں ۔ تو ظاہر ہے کہ مجھے اجلاس ملتوی کرنا پڑے گا ۔

نورانی ۔ آپ کو آپ کے بنائے ہوئے "لیگل فریم ورک آرڈر" نے اسمبلی کا اجلاس بلا کر اس کو ملتوی کرنے کا حق نہیں دیا ہے اگر کچھ رکن شریک نہیں ہونا چاہتے ۔ تو نہ ہوں ۔ آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ۔ کہ کسی کو مجبور کریں ۔ آپ نے ہی قاعدہ قانون بنایا ہے ۔

کہ اسمبلی کا ہر رکن دس دن کے اندر اندر حلف اٹھالے ورنہ اس کی رکنیت ختم کردی جائے گی۔ جب یہ قانون بھی موجود ہے۔ تو پھر فکر کی کیا بات ہے؟

یحییٰ۔ نہیں جناب دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ اس لئے مجھے خدشہ ہے۔ کہ کہیں کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے۔

نورانی۔ جناب آپ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ ان ضابطوں کو حرکت میں لائیے۔ جو آپ نے بنائے ہیں اگر مغربی پاکستان کے تمام ممبران اسمبلی متفقہ طور پر اسمبلی سے بائیکاٹ کا فیصلہ کرلیں گے۔ تو مشرقی پاکستان کے عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہونگے۔ کہ مغربی پاکستان کے عوام کو ان کی اکثریت گوارا نہیں۔ ارباب اقتدار مشرقی پاکستان والوں کو شریک اقتدار کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر ایسی تحریک کو جس میں ذرہ برابر بھی کسی امتیاز کا شائبہ ہو۔ تقویت پہنچانا اور ایسے جذبے کی ہمت افزائی کرنا درست نہیں۔ لہذا وقت مقررہ کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہئے کورم بہر نوع پورا ہوگا۔

یحییٰ۔ بہرحال میں سوچ رہا ہوں۔ کہ مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

نورانی۔ یہ بات مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی پر منحصر نہیں۔ آپ اجلاس ملتوی نہ کیجئے گا۔

یحییٰ ۔ کیا آپ کی جماعت اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو گی؟

نورانی ۔ "بالکل" شریک ہو گی۔

یحییٰ بہتر تو یہی ہے۔ کہ شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی شریک نہیں ہوگی۔ کیا آپ لوگ ان کی دھمکیاں نہیں سن رہے کہیں خون خرابہ نہ ہو جائے۔

نورانی ۔ اگر آپ کا ارادہ یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے اراکین شریک نہ ہوں تو پھر تین مارچ کے سیشن میں شرکت کے لئے آپ نے "سمن" کیوں جاری کرائے تھے۔ (یاد رہے کہ ۳ مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے جو خطوط بھجوائے گئے تھے۔ ان پر "سمن" کا لفظ لکھا تھا) اگر یہ "سمن" جاری کر دئے گئے تھے اور بعد کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کچھ اراکین شریک نہ ہونگے تو سمن واپس لے لئے جاتے۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ کوئی شریک نہ ہو۔ تو "سمن" واپس لے لیجئے"۔ بہر حال ہمیں چونکہ اسمبلی کے اجلاس کے "سمن" مل چکے ہیں۔ لہٰذا ہم ضرور شرکت کے لئے ڈھاکہ جائیں گے۔ ہر پارٹی اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے چونکہ عوام کی طرف سے اسمبلی میں جانے کے لئے چنے گئے ہیں۔ بائیکاٹ کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم ڈھاکہ جانے پر مُصِر رہیں۔

خاموشی ۔ میں طویل بات ختم کر چکا۔ صدر یحییٰ سنتے رہے اور گول کر گئے۔ خاموشی رہی۔ اور میں پھر بولا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ آپ کو معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں شدت جذبات سے بڑا خطرناک لاوا پک چکا ہے۔ جو اب کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لاوے کو پکانے میں کون لوگوں کا حصہ ہے۔ اس کے پھٹنے کا صحیح وقت وہ ہوگا جب آپ ۳۔ مارچ کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں گے۔

مسٹر پریذیڈنٹ کیا آپ کے علم میں وہاں کی صحیح صورت حال لائی گئی ہے؟

یحییٰ۔ بہرحال اگر وہ لاوا پھٹے گا۔ تو ہماری فوجیں موجود ہیں اور میں اس پر کنٹرول کر لوں گا۔ اس لاوے کو بہنے نہیں دونگا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ ایوب خاں کے دور میں ۱۹۶۶ء میں کیا فوج بلوچستان میں بگٹی اور مینگل قبائل سے مسلسل کئی ماہ تک برسرِ پیکار نہیں رہی تھی۔ ان دنوں معتبر ذرائع سے سُنا جاتا تھا۔ کہ ان قبائل کو دبانے کے لئے ہوائی جہاز بھی استعمال کئے گئے تھے۔ کیا ۱۹۶۶ء جیسے حالات بنگال میں تو پیدا نہیں ہو جائیں گے۔؟

یحییٰ۔ کیا مطلب؟

نورانی۔ بلوچستان میں پہاڑیاں تھیں۔ تو مشرقی پاکستان میں جنگلات۔ گوریلا جنگ کے لئے بہترین محلِ وقوع رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہاں قریب ترین ہوتے اور جملہ وسائل کو بروئے کار لاکر بھی تو معافی "

مانگ کر ہٹ سکتے ہیں۔ تو کیا وہاں ایسی پوزیشن تو نہیں آ جائیگی۔

یحییٰ۔ (غصے میں) کسی قسم کی معافی نہیں مانگی گئی تھی۔

نورانی۔ آرمی ایکشن ختم کر دینا۔ سرداریاں بحال کر دینا معافی مانگنے ہی کے مترادف ہے۔

یحییٰ۔ جناب اپنے وقت گزر چکا ہے۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ خوب غور کر لیجئے۔ کہ ہم ترقی یافتہ ممالک کی صف میں نہیں۔ ترقی پذیر ملک ہیں۔ ترقی یافتہ ملک امریکہ بھی ویت نام میں کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ مگر کمبل اسے نہیں چھوڑتا۔ پاکستان کے مشرقی خطے کے مسلمانوں کے خلاف بغیر کسی معقول سبب کے فوجی کارروائی کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک ہونگے۔ اور بھارت کے لئے بڑی سازگار فضا پیدا ہو جائے گی۔ کہ مشرقی پاکستان کی طرف لپک پڑے۔ اور اس طرح مشرقی پاکستان کے چھ کروڑ مسلمان بھارت کے طوق غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔

یحییٰ۔ اس قسم کے تمام اندیشے بے سود ہیں۔ اور ہماری فوجیں ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ فکرمند نہ ہوں ہم حالات کو خوب سمجھ چکے ہیں۔"

ابوداؤد۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا نورانی کے ملک کی صورت حال کے تمام نتائج و عواقب سے آگاہ فرمانے اور ملک کی نازک ترین صورتِ حال کے پہلو پر روشنی ڈالنے کے باوجود ڈکٹیٹر یحییٰ

اپنی ہٹ دھرمی تمام خیالی۔ غرور، انانیت اور غلط اندیشی پہ ڈٹا رہا۔ پھر اس کے غلط اقدام سے ملک میں جو حشر برپا ہوا۔ جس ظالمانہ طریقہ سے مشرقی پاکستان کو کاٹا گیا۔ جو عظیم ترین جانی مالی نقصان پہنچا۔ ایک لاکھ کے قریب فوج گرفتار ہوئی۔ جس طرح ملک کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور تاریخ نے مولانا شاہ احمد نورانی کے بروقت و صحیح ترین مشورہ، ایمانی فراست۔ سیاسی بصیرت اور ان کے تجربہ و تدبر کی جس طرح تصدیق کی۔ وہ سب پر عیاں ہے (آخر میں مرزائیت کی نقاب کشائی کے متعلق بھی نورانی یحیی ملاقات کا ایک حصہ ملاحظہ ہو)

ایم۔ ایم احمد۔ نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے عوام خواہ وہ مشرقی پاکستان کے ہوں۔ یا مغربی پاکستان کے۔ مسٹر ایم ایم احمد سے نفرت کرتے ہیں۔

یحیی۔ ہاں مجھے معلوم ہے۔ کہ مشرقی پاکستان کے عوام مسٹر احمد سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کے عوام کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ آخر مغربی پاکستان کے عوام کی نفرت کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں؟

نورانی۔ ان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی کی بنا پر ملک کے مسلسل مقروض ہونے کے علاوہ مزید بہت سے دلائل ہیں۔ (جو زبانی پیش کئے گئے)

یحیی۔ مولانا صاحب۔ یہ باتیں مجھے معلوم نہیں تھیں۔ اب

میں حالات سمجھے گیا۔ ضرور غور کروں گا۔

(انٹرویو۔ ہفت روزہ ایمان کراچی ۸ مئی ۱۹۷۲ء)

یہ

اندرم بر سر مطلب۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی "حق گوئی و بیباکی" کے موضوع پر چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دیگر صلاحیتوں اور خوبیوں کے علاوہ قدرت نے انہیں نازک سے نازک مواقع پر اپنے مافی الضمیر کے اظہار و کلمۂ حق کہنے کا کتنا وافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں "یحییٰ نورانی" ملاقات کی روئیداد اگرچہ طویل ہو گئی ہے لیکن اس سے مولانا نورانی کی تاریخی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو بھی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور چونکہ اس روئیداد سے پاکستان کی انتہائی نازک صورتِ حال و مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے امید ہے۔ قارئین اس تفصیل سے اکتاہٹ محسوس کرنے کی بجائے اس کی اہمیت سے محظوظ ہونگے۔

اس موضوع کے چند واقعات و "نورانی یحییٰ" ملاقات نے واضح کر دیا ہے۔ کہ مولانا شاہ احمد نورانی نہ کسی سے دب سکتے ہیں نہ بک سکتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ بڑے سے بڑے آمر، ڈکٹیٹر۔ اور حد یہ کہ صدر مملکت اور فوجی حکومت کے سربراہ و چیف آف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی غلطیوں کی اصلاح و نشاندہی بھی کر سکتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اسے ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بھی قوت

یاد رہے کہ مسٹر بھٹو کا یہ دورہ روس بھارت سازش کے تحت مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد ہوا تھا۔
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ

تمنّا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

سابق صدر یحییٰ سے تاریخی گفتگو

(مولانا نورانی کی جرأت فراست اور سیاسی تدبیر کا عظیم شاہکار)
شراب ہٹا دیجئے۔" مارچ ۱۹۷۱ء قصر صدارت ڈھاکہ میں بلایا گیا۔ میں (نورانی) ساڑھے نو بجے صبح اکیلا صدر یحییٰ سے ملنے گیا۔ صدر کے ساتھ تین چار آدمی بیٹھے تھے۔ بظاہر فوجی دکھائی دیتے تھے۔ صدر صاحب گلاس تھامے بیٹھے تھے۔ اور ان کے منہ سے سخت بدبو آ رہی تھی۔ وہ جب ہاتھ ملانے بڑھے تو میں اسی وقت سمجھ گیا کہ مے نوشی کا شغل ہو رہا ہے۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ آپ نے کس لئے یاد کیا۔
یحییٰ۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔
نورانی۔ حالات کی نزاکت کا اگر آپ کو احساس ہے۔ تو یہ آپ کیا پی رہے ہیں۔ اس کو ہٹا دیجئے۔ ملک شدید قسم کے سیاسی بحران سے

گزر رہا ہے۔ اور آپ مے نوشی کی محفلوں میں سیاسی معاملات پر بات کرتے ہیں۔ اس شراب کو ہٹائیے۔ ورنہ ہم جاتے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے میں (نورانی) کھڑا ہو گیا۔ لیکن صدر نے اشارہ کر کے گلاس اور بوتل ہٹوا دی۔ اور پھر کہنے لگے۔ تشریف رکھئے۔"

یحییٰ۔ مجیب الرحمٰن نے دو اسمبلیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ بھی مجیب سے اس موضوع پر بات کریں۔

نورانی۔ ملک کی سالمیت کے لئے بہرحال ہم مجیب سے بات کرینگے۔ اور صحیح صورت حال آپ کو بتا دی جائے گی۔

دوبارہ طلبی۔ ۸ بجے رات کو ایوانِ صدر سے پھر طلبی آگئی۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو وہاں دولتانہ سردار شوکت حیات۔ مفتی محمود خان عبدالولی اور ایک اور صاحب صدر کے ساتھ بیٹھے تھے۔

یحییٰ۔ کہئے (شیخ مجیب کی ملاقات کا سلسلہ کیا رہا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ اقتدار کی منتقلی کا فوری بندوبست کیجئے۔ ورنہ ملک ٹوٹ جائے گا۔ ہم نے ۲۲ فروری کو ہی آپ سے کہدیا تھا۔ کہ (اسمبلی کا) سیشن ملتوی نہ کیجئے گا۔

یحییٰ۔ میں کون سے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل کر سکتا ہوں۔

نورانی۔ میں جھلا کر بولا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کو کونسے قاعدے اور قانون کے تحت اقتدار منتقل ہوا تھا۔ جبکہ ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت اقتدار اسمبلی کو منتقل ہونا چاہئے تھا۔

جنرل پیرزادہ ۔ صدر صحیح کہتے ہیں۔ اقتدار کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟

نورانی ۔ میں ایک دم بولا۔ آپ کو ہماری اور صدر کی گفتگو میں مداخلت کا حق حاصل نہیں۔ آپ کون صاحب ہیں۔ ہم نہیں جانتے (اس وقت تعارف نہیں تھا) آپ خاموش رہیں۔ اور صدر سے ہم کو بات کرنے دیں۔

یحییٰ ۔ صدر ایوب کیونکہ پھیرا کمانڈر تھے۔ اس لئے انہوں نے مجھے نامزد کیا تھا۔

نورانی ۔ صدر ایوب کو نہ اپنے بنائے ہوئے آئین کی دھجیاں اڑانے کا حق تھا۔ نہ آپ کو۔

یحییٰ ۔ عجیب اب اقتدار کی نہیں دو اسمبلیوں کی بات کرتا ہے۔

نورانی ۔ ہم سے انہوں نے کہا کہ صدر یحییٰ جھوٹ بولتا ہے۔

یحییٰ ۔ عجیب بکتا ہے۔ سالہ جھوٹا۔

نورانی ۔ مسٹر پریذیڈنٹ اگر وہ جھوٹا ہے۔ بقول آپ کے۔ اور آپ جھوٹے ہیں۔ بقول اس کے تو ایک طریقہ سچائی کو پرکھنے کا باقی ہے۔ وہ یہ کہ ہم سب لوگ یہاں موجود ہیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ بھی ہیں۔ آپ کل دس بجے صبح سب کو گول میز کانفرنس میں بلائیں۔ معلوم ہو جائے گا۔ کہ مجیب کیا چاہتا ہے۔ اور آپ کیا چاہتے ہیں۔ سچا کون ہے جھوٹا کون ہے

یحییٰ ۔ (ذرا برہم ہو کر) میں گول میز نہیں بلاؤں گا۔

نورانی ۔ میں بھی غصے سے بولا مسٹر صدر آپ مؤذن نہیں۔ کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہا اور نماز ہو گئی۔

یحییٰ۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کہ فوج کو حکم دوں کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

نورانی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ ہوگا مسٹر پریذیڈنٹ۔

• (میری بات کی سب مذکورہ بالا حضرات نے تائید کی۔ وہ سب میری گفتگو پر بڑے غور سے لے رہے تھے۔

یحییٰ۔ بہرحال میں فیصلہ کر چکا ہوں۔

نورانی۔ (ہم سب نے کہا، اس مسئلہ کا فوجی حل نہیں۔ سیاسی حل ہونا چاہئیے۔)

ابو داؤد۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے خلوص، حُبّ الوطنی کے جذبہ سے سرشار مشورہ اور حقائق سے لبریز بصیرت افروز گفتگو کو یحییٰ خاں و کمیٹی نے اپنے غرور و نشہ کی بدمستی میں نہ ماننا تھا۔ نہ مانا۔ پھر نورانی صاحب کے مشورہ کے برعکس اس کے فوجی اقدام کا جو نتیجہ رونما ہوا۔ اور جس طرح ملک کے دو ٹکڑے ہوئے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔ یحییٰ خاں کے پاس باین فوج و سپاہ اور حکومت و صدارت سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی بصیرت اندھی۔ سیاست فیل اور پروگرام ناکام ہوگیا۔ اور وہ خود زندہ درگور ہو کر قومی مجرم و ملک کا غدار قرار پایا اور بایں درویشی ماشاء اللہ مولانا شاہ احمد نورانی کی فراست فتح پاگئی۔ بصیرت چمک گئی۔ سیاست جیت گئی۔ اور وہ خود زندۂ جاوید ملک کے عظیم مدبر و دور اندیش رہنما اور قومی ہیرو قرار پائے۔

ہوا بھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

پہلی ملاقات - یہ تھی ڈھاکہ میں یحییٰ سے مولانا نورانی کی آخری ملاقات و گفتگو کی روئیداد - اب آیئے ۲۲ر فروری ۱۹۷۱ء کو راولپنڈی میں یحییٰ و نورانی کی پہلی ملاقات و گفتگو کی چند جھلکیاں بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یحییٰ - ملکی حالات بہت خراب ہیں۔ مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان کی دونوں اکثریتی پارٹیاں مشترکہ طور پر مل بیٹھنے کو تیار ہو جائیں تو ملک کے لئے بہتر ہوگا۔ ورنہ پاکستان کو بچانے کے لئے مجھے اور فوج کو اپنا فرض ادا کرنا پڑے گا۔

نورانی - مسٹر پریذیڈنٹ - اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہی معاملات اسمبلی کے باہر طے ہو جائیں تو پھر اسمبلی کے لئے کیا باقی بچے گا۔ آئین پر افہام و تفہیم کے لئے اسمبلی میں بات ہونا ضروری ہے اور اسمبلی سے باہر سیاسی مسائل پر گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اور یہ اقدام جمہوری روایات کے سخت خلاف ہے۔

یحییٰ - میں نے اس عرصہ میں اسمبلی کا اجلاس اس لئے نہیں بلایا تھا۔ کہ میں پُر خلوص طریقہ سے کوشاں ہوں کہ پاکستان کے لئے مستقل آئین بن جائے۔

نورانی - دستور بنانے کے لئے آپ نے ایک سو بیس دن کی مدت مقرر کی ہے۔ بجائے اس کے کہ اسمبلی کے تمام مسائل باہر طے ہوں -

ہونا یہ چاہیئے۔ کہ تمام سیاستدان اسمبلی میں جمع ہوں۔ اور اپنے جوہر دکھائیں۔ اگر وہ لوگ بدستور رہیں ناکام ہو جائیں گے۔ تو عوام کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ سیاستدان آئینی معاملات میں مخلص نہیں بلکہ مستقل فوجی حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن چونکہ اکثریتی پارٹی کے رہنما ہیں۔ اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ قومی اسمبلی متحدہ پاکستان کا متحدہ ادارہ ہے۔ اس لئے ان کو بھی اسمبلی میں آکر بات کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ مگر ابھی آپ نے فرمایا ہے۔ کہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی اور مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹیاں مل بیٹھنے کو تیار نہیں۔ یہ بات ہمیں کھٹکتی ہے۔ کیونکہ ایک ملک میں ایک اسمبلی کے تحت ایک میجارٹی پارٹی ہوتی ہے۔ ملک دو نہیں کہ دو اکثریتی پارٹیاں ہوں۔

یحییٰ۔ بھٹو صاحب کی بھی اس ونگ میں ایک میجارٹی پارٹی ہے اور وہ اسمبلی سے بائیکاٹ کی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر مغربی پاکستان کے تمام اراکین اسمبلی میں نہ جائیں۔ تو ظاہر ہے کہ مجھے اجلاس ملتوی کرنا پڑے گا۔

نورانی۔ آپ کو آپ کے بنائے ہوئے "لیگل فریم ورک آرڈر" نے اسمبلی کا اجلاس بلا کر اس کو ملتوی کرنے کا حق نہیں دیا ہے اگر کچھ رکن ممبر اب نہیں ہونا چاہتے۔ تو نہ ہوں۔ آپ کی ذمہ داری یہ نہیں۔ کہ کسی کو مجبور کریں۔ آپ نے ہی قاعدہ قانون بنایا ہے۔

کہ اسمبلی کا ہر رکن دس دن کے اندر اندر حلف اٹھا لے ورنہ اس کی رکنیت ختم کر دی جائے گی۔ جب یہ قانون بھی موجود ہے۔ تو پھر فکر کی کیا بات ہے؟

یحییٰ ۔ نہیں جناب دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ اس لئے مجھے خدشہ ہے۔ کہ کہیں کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے۔

نورانی ۔ جناب آپ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ ان ضابطوں کو حرکت میں لائیے۔ جو آپ نے بنائے ہیں اگر مغربی پاکستان کے تمام ممبران اسمبلی متفقہ طور پر اسمبلی سے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیں گے۔ تو مشرقی پاکستان کے عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہونگے۔ کہ مغربی پاکستان کے عوام کو ان کی اکثریت گوارا نہیں۔ ارباب اقتدار مشرقی پاکستان والوں کو شریک اقتدار کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے ہر ایسی تحریک کو جس میں ذرہ برابر بھی کسی امتیاز کا شائبہ ہو۔ تقویت پہنچانا اور ایسے جذبے کی ہمت افزائی کرنا درست نہیں۔ لہذا وقت مقررہ کے مطابق اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہئے کورم بہر نوع پورا ہوگا۔

یحییٰ ۔ بہر حال میں سوچ رہا ہوں۔ کہ مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

نورانی ۔ یہ بات مغربی پاکستان کے اراکین اسمبلی پر منحصر نہیں۔ آپ اجلاس ملتوی نہ کیجئے گا۔

یحییٰ۔ کیا آپ کی جماعت اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوگی؟

نورانی۔ "بالکل" شریک ہوگی۔

یحییٰ۔ بہتر تو یہی ہے۔ کہ شرکت نہ کی جائے۔ کیونکہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی شریک نہیں ہوگی۔ کیا آپ لوگ ان کی دھمکیاں نہیں سُن رہے کہیں خون خرابہ نہ ہو جائے۔

نورانی۔ اگر آپ کا ارادہ یہی ہے کہ مغربی پاکستان کے اراکین شریک نہ ہوں تو پھر تین مارچ کے سیشن میں شرکت کے لیے آپ نے "سمن" کیوں جاری کرائے تھے۔ زیادہ سے زیادہ کہ ۳ مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے جو خطوط بھجوائے گئے تھے۔ ان پر "سمن" کا لفظ لکھا تھا) اگر وہ "سمن" جاری کر دئے گئے تھے اور بعد کو یہ معلوم ہوا تھا کہ کچھ اراکین شریک نہ ہونگے تو سمن واپس لے لیے جانے تھے۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ کوئی شریک نہ ہو۔ تو "سمن" واپس لے لیجئے"۔ بہر حال ہمیں چونکہ اسمبلی کے اجلاس کے "سمن" مل چکے ہیں۔ لہٰذا ہم ضرور شرکت کے لیئے ڈھاکہ جائیں گے۔ ہر پارٹی اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔ عوام کے منتخب نمائندے چونکہ عوام کی طرف سے اسمبلی میں جانے کے لئے چنے گئے ہیں۔ بائیکاٹ کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے ہم ڈھاکہ جانے پر مُصِر رہیں۔

خاموشی۔ میں طویل بات ختم کر چکا۔ صدر یحییٰ سنتے رہے اور گول کر گئے۔ خاموشی رہی۔ اور میں پھر بولا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ آپ کو معلوم ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں شدت جذبات سے بڑا خطرناک لاوا پک چکا ہے جو اب کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ لاوے کو پکانے میں کن لوگوں کا حصہ ہے۔ اس کے پھٹنے کا صحیح وقت وہ ہوگا جب آپ ۳۔ مارچ کے اجلاس کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں گے۔

مسٹر پریذیڈنٹ کیا آپ کے علم میں وہاں کی صحیح صورتِ حال لائی گئی ہے؟

یحییٰ۔ بہرحال اگر وہ لاوا پھٹے گا۔ تو ہماری فوجیں موجود ہیں اور میں اس پر کنٹرول کر لوں گا۔ اس لاوے کو بہنے نہیں دونگا۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ ایوب خان کے دور میں ۱۹۶۶ء میں کیا فوج بلوچستان میں بگٹی اور مینگل قبائل سے مسلسل کئی ماہ تک برسرپیکار نہیں رہی تھی۔ ان دنوں معتبر ذرائع سے سنا جاتا تھا۔ کہ ان قبائل کو دبانے کے لئے ہوائی جہاز بھی استعمال کئے گئے تھے۔ کیا ۱۹۶۶ء جیسے حالات بنگال میں تو پیدا نہیں ہو جائیں گے۔؟

یحییٰ۔ کیا مطلب؟

نورانی۔ بلوچستان میں پہاڑیاں تھیں۔ تو مشرقی پاکستان میں جنگلات گوریلا جنگ کے لئے بہترین محلِ وقوع رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہاں قریب ترین ہوتے اور جملہ وسائل کو بروئے کار لاکر بھی تو معافی"

مانگ کر ہٹ سکتے ہیں۔ تو کیا وہاں ایسی پوزیشن تو نہیں آجائیگی۔

یحییٰ۔ (غصے میں) کسی قسم کی معافی نہیں مانگی گئی تھی۔

نورانی۔ آرمی ایکشن ختم کر دینا۔ سرداریاں بحال کر دینا۔ معافی مانگنے ہی کے مترادف ہے۔

یحییٰ۔ جناب اب وقت گزر چکا ہے۔

نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ خوب غور کر لیجئے۔ کہ جو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں نہیں۔ ترقی پذیر ملک ہیں۔ ترقی یافتہ ملک امریکہ بھی ویت نام میں کمبل کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ مگر کمبل اسے نہیں چھوڑتا۔ پاکستان کے مشرقی خطے کے مسلمانوں کے خلاف بغیر کسی معقول سبب کے فوجی کاروائی کرنے کے نتائج انتہائی خطرناک ہونگے۔ اور بھارت کے لئے بڑی سازگار فضا پیدا ہو جائے گی۔ کہ مشرقی پاکستان کی طرف لپک پڑے۔ اور اس طرح مشرقی پاکستان کے چھ کروڑ مسلمان بھارت کے طوق غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔

یحییٰ۔ اس قسم کے تمام اندیشے بے سود ہیں۔ اور ہماری فوج ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں ہم حالات کو خوب سمجھ چکے ہیں۔"

ابوداؤد۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا نورانی کے ملک کی صورت حال کے تمام نتائج و عواقب سے آگاہ فرمانے اور ملک کی نازک ترین صورت حال کے پہلو پر روشنی ڈالنے کے باوجود ڈکٹیٹر یحییٰ

اپنی ہٹ دھرمی، تمام خیالی، غرور، انانیت اور غلط اندیشی پہ ڈٹا رہا۔ پھر اس کے غلط اقدام سے ملک میں جو حشر برپا ہوا۔ جس ظالمانہ طریقہ سے مشرقی پاکستان کو کاٹا گیا۔ جو عظیم ترین جانی مالی نقصان پہنچا۔ ایک لاکھ کے قریب فوج گرفتار ہوئی۔ جس طرح ملک کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور تاریخ نے مولانا شاہ احمد نورانی کے بروقت و صحیح ترین مشورہ، ایمانی فراست۔ سیاسی بصیرت اور ان کے تجربہ و تدبر کی جس طرح تصدیق کی۔ وہ سب پر عیاں ہے (آخر میں مرزائیت کی نقاب کشائی کے متعلق بھی نورانی یحییٰ ملاقات کا ایک حصہ ملاحظہ ہو)

ایم۔ ایم احمد۔ نورانی۔ مسٹر پریذیڈنٹ۔ کیا آپ کے علم میں ہے کہ ہمارے عوام خواہ وہ مشرقی پاکستان کے ہوں۔ یا مغربی پاکستان کے۔ مسٹر ایم ایم احمد سے نفرت کرتے ہیں۔

یحییٰ۔ ہاں مجھے معلوم ہے۔ کہ مشرقی پاکستان کے عوام مسٹر احمد سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن مغربی پاکستان کے عوام کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا۔ آخر مغربی پاکستان کے عوام کی نفرت کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں؟

نورانی۔ ان کی غلط اقتصادی منصوبہ بندی کی بنا پر ملک کے مسلسل مقروض ہونے کے علاوہ مزید بہت سے دلائل ہیں۔ (جو زبانی پیش کئے گئے)

یحییٰ۔ مولانا صاحب۔ یہ باتیں مجھے معلوم نہیں تھیں۔ اب

میں حالات سمجھ گیا۔ ضرور غور کروں گا۔

(انٹرویو۔ ہفت روزہ پیمان کراچی ۸ مئی ۱۹۷۲ء)

آمدم بر سرِ مطلب۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی "حق گوئی و بیباکی" کے موضوع پر جو چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ دیگر صلاحیتوں اور خوبیوں کے علاوہ قدرت نے انہیں نازک سے نازک مواقع پر اپنے مافی الضمیر کے اظہار و کلمۂ حق کہنے کا کتنا وافر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں "یحییٰ نورانی" ملاقات کی روئداد اگرچہ طویل ہو گئی ہے لیکن اس سے مولانا نورانی کی تاریخی شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کتاب کو بھی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور چونکہ اس روئداد سے پاکستان کی انتہائی نازک صورتِ حال و مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے امید ہے۔ قارئین اس تفصیل سے اکتاہٹ محسوس کرنے کی بجائے اس کی اہمیت سے محظوظ ہونگے۔

اس موضوع کے چند واقعات، "نورانی یحییٰ" ملاقات نے واضح کر دیا ہے۔ کہ مولانا شاہ احمد نورانی نہ کسی سے دب سکتے ہیں نہ بک سکتے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ بڑے سے بڑے آمر و ڈکٹیٹر۔ اور حد یہ کہ صدر مملکت اور فوجی حکومت کے سربراہ و چیف آف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کی غلطیوں کی اصلاح و نشاندہی بھی کر سکتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ اسے ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بھی قوت

وجگر گردہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے عظیم اسلاف و ائمہ حق کی پیروی میں بھی وہ مقام ہے۔ جس سے کسی شخصیت کی عظمت و بلند کردار ایثار و قربانی اور دماغی و قلبی استقامت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ورنہ جہاں تک اپنی غرض و مفاد پرستی کے لئے ایک دوسرے کی چاپلوسی خصوصاً امراء و حکام کی خوشامد و نیازمندی اور ابن الوقتی و قصیدہ خوانی اور بزدلی و عافیت کوشی کا تعلق ہے، یہ کام تو گھٹیا سے گھٹیا شخص بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ بہرحال مولانا شاہ احمد نورانی کے کردار میں ان کی حاضر جوابی اور حق گوئی و بیباکی کا بہت اونچا مقام ہے۔ اور ان کے اس وصف نے ہی ایک دنیا کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اور لوگوں سے حق و صداقت کی نشانی

مولانا شاہ احمد نورانی کا نعرہ لگوا دیا ہے۔

"نورانی یحیٰی" مذاکرات میں یہ امر قابلِ ذکر ہے۔ کہ ڈھاکہ کی پہلی ملاقات میں مولانا شاہ احمد نورانی نے سابق صدر یحیٰی کو فوجی افسروں کی موجودگی میں شراب نوشی پر سرزنش کی۔ اور دوسری ملاقات میں ملک کے مشہور لیڈروں کی مجلس میں یحیٰی خاں سے جرأتمندانہ گفتگو فرمائی جس سے ان کی حق گوئی و بیباکی کا پہلو اور نمایاں ہو جاتا ہے ؎

اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ

تبلیغی اثرات ۔ شراب نوشی کے سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی کی حق گوئی و بیباکی نے جہاں یحیٰی خاں کو متاثر کیا۔ وہاں آپ کی شگفتہ بیانی شیریں لسانی حق گوئی و بیباکی اور مناظرانہ تقریروں اور مؤثر

انداز بیان سے کم و بیش ایک ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں سے چھ سو کے قریب مشرف بہ اسلام ہونے والے مرزائی قادیانی مکتب فکر سے متعلق تھے۔ ان نو مسلمین میں پادری۔ راہب۔ وکلاء۔ ڈاکٹر انجینئر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

قلمی مساعی - زبانی تقریری تبلیغ۔ وعظ و مناظرہ اور بیانات کے علاوہ مولانا نورانی نے قلمی مساعی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ چنانچہ اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ اردو۔ فرانسیسی انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر تقسیم کرنے کے انتظامات کیئے ہیں جہاں ایک عرصہ سے مشنری بھولے لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر تقسیم کر رہے تھے۔ اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسنے سے بچالیا۔ آپ نے کراچی میں "اسلامک انفارمیشن سینٹر" قائم کر رکھا ہے۔ جہاں بکثرت تشنگان حق آکر اپنے مسائل کا حل معلوم کرتے ہیں۔ رد عیسائیت و مرزائیت میں آپ کی حسب ذیل دو ضخیم کتابیں زیر طبع ہیں۔

- دی سیل آف دی پرافٹ (مہر نبوت)
- جیسس کرائسٹ ان دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں) مولانا نورانی کو حرب شریف کے ماحول سے جو قلبی لگاؤ ہے۔ وہ حرمین طیبین میں بکثرت حاضری آپ کے عربی لباس و اخلاق سے ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی گھریلو معاشرت بھی عربی ہے۔ آپ

گھر میں بچوں سے عربی میں گفتگو فرماتے ہیں۔ اور روزانہ کھانے میں عرب شریف کا پسندیدہ پھل کھجور شریف استعمال کرنا آپ کا معمول ہے۔

مولانا نورانی کے ذاتی حالات و کوائف کے بعد اب ملکی سیاسی ماحول میں مولانا کی جدوجہد اُن کے بیانات اُن کے متعلق تأثرات کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

دیوبندی جمعیۃ علماء اسلام کا ترجمان "خدام الدین" اپنے اداریہ میں رقمطراز ہے۔ کہ "جمعیۃ علماء پاکستان پارلیمانی گروپ کے لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی نے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں تین بنیادی باتیں پارلیمانی طرز حکومت۔ دو ایوانی مقننہ، اور • مملکت کا مذہب اسلام ہونی چاہئیں • انہوں نے اس بات پر زور دیا۔ کہ اسلامی ریاست میں مرتد کی سزا موت ہونی چاہیئے۔ اور ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار ہونی چاہیئے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ اگر دوسرے غیر مسلم ممالک نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا تو کیا یہ بات اسلام کے فروغ میں حائل نہ ہوگی، انہوں نے کہا یہ محض ایک مفروضہ ہے"۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولانا نے کہا لفظ مسلمان کی واضح تشریح موجود ہے۔ اور اسے آئین میں شامل ہونا چاہیئے۔ انہوں نے بڑے

واضح الفاظ میں کہا کہ کوئی شخص اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخرالزماں نہیں مانتا تو وہ مسلمان کی تعریف سے خارج ہوجاتا ہے۔

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء)

مولانا نورانی کو ووٹ نہ دینے پر انضباطی کاروائی کا اعلان

پشاور ۲۴ اگست جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے انہیں جمعیت سے مستعفی ہوناچاہیئے۔ ورنہ انہیں جمعیت سے نکال دیا جائے گا۔ مفتی محمود نے کہا ہے کہ انہوں نے علانیہ پارٹی سے بغاوت کی ہے اور کوئی بھی شخص اس قسم کی کاروائیوں کے بعد جمعیت کے آئین کے مطابق پارٹی کا رکن نہیں رہ سکتا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر حزب مخالف کے امیدوار مولانا شاہ احمد نورانی کی بجائے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے حق میں ووٹ دئیے تھے (امروز)

جہاں ایک طرف مولانا نورانی کی متعدد محاذوں میں اہمیت مفتی محمود کے بیان سے ظاہر ہے اور ان کی اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے، آئین کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے، مسلمان کی تعریف شامل کرانے اور قتل مرتد و جمہوریت کے متعلق مسلسل اور بھرپور جدوجہد کا اعتراف "خدام الدین" کے اداریہ سے واضح ہے۔ وہاں غلام غوث گروپ" اور راولپنڈی کے "متوازی گروپ" کا کردار بھی قابلِ غور ہے جنہوں نے مولانا نورانی کے مقابلہ میں مسٹر بھٹو کے حق میں ووٹ دیکر اپنے مسلک کا مظاہرہ کیا تھا۔ ۲۶ اشرا کے پریس نوٹ کے مطابق" غلام غوث گروپ" نکال دیا گیا ہے۔

وجگر گردہ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے عظیم اسلاف و ائمۂ حق کی پیروی میں یہی وہ مقام ہے۔ جس سے کسی شخصیت کی عظمت و بلند کردار ایثار و قربانی اور دماغی و قلبی استقامت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ورنہ جہاں تک اپنی غرض و مفاد پرستی کے لیے ایک دوسرے کی چاپلوسی خصوصاً امراء و حکام کی خوشامد و نیازمندی اور ابن الوقتی و قصیدہ خوانی اور بزدلی و عافیت کوشی کا تعلق ہے یہ کام تو گھٹیا سے گھٹیا شخص بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ بہرحال مولانا شاہ احمد نورانی کے کردار میں ان کی حاضر جوابی اور حق گوئی و بیباکی کا بہت اونچا مقام ہے۔ اور ان کے اس وصف نے ہی ایک دنیا کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اور لوگوں سے حق و صداقت کی نشانی مولانا شاہ احمد نورانی کا نعرہ لگوا دیا ہے۔

"نورانی یحییٰ" مذاکرات میں یہ امر قابلِ ذکر ہے۔ کہ ڈھاکہ کی پہلی ملاقات میں مولانا شاہ احمد نورانی نے سابق صدر یحییٰ کو فوجی افسروں کی موجودگی میں شراب نوشی پر سرزنش کی۔ اور دوسری ملاقات میں ملک کے مشہور لیڈروں کی مجلس میں یحییٰ خاں سے جرأتمندانہ گفتگو فرمائی جس سے ان کی حق گوئی و بیباکی کا پہلو اور نمایاں ہو جاتا ہے ؎

اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ

تبلیغی اثرات ۔ شراب نوشی کے سلسلہ میں مولانا شاہ احمد نورانی کی حق گوئی و بیباکی نے جہاں یحییٰ خاں کو متاثر کیا۔ وہاں آپ کی شگفتہ بیانی شیریں لسانی حق گوئی و بیباکی اور مناظرانہ تقریریں اور مؤثر

اندازبیان سے کم و بیش ایک ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں سے چھ سو کے قریب مشرف بہ اسلام ہونے والے مرزائی قادیانی مکتب فکر سے متعلق تھے۔ ان نو مسلمین میں پادری۔ راہب۔ وکلاء۔ ڈاکٹر انجینئر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے شامل ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

قلمی مساعی - زبانی تقریری تبلیغ۔ وعظ و مناظرہ اور بیانات کے علاوہ مولانا نورانی نے قلمی مساعی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ چنانچہ اسلام کے بارے میں ابتدائی معلومات پر مشتمل پمفلٹ، اردو۔ فرانسیسی انگریزی اور متعدد دوسری زبانوں میں شائع کر کے پاکستان و بیرون پاکستان ان مقامات پر تقسیم کرنے کے انتظامات کیے ہیں۔ جہاں ایک عرصہ سے مشنری نوجوان لڑکیوں کے ہاتھوں اپنا لٹریچر تقسیم کر رہے تھے۔ اس طرح آپ نے ہزاروں مسلمانوں کو عیسائیت کے جال میں پھنسنے سے بچا لیا۔ آپ نے کراچی میں "اسلامک انفارمیشن سینٹر" قائم کر رکھا ہے۔ جہاں بکثرت تشنگان حق آکر اپنے مسائل کا حل معلوم کرتے ہیں۔ رد عیسائیت و مرزائیت میں آپ کی حسب ذیل ضخیم کتابیں زیر طبع ہیں۔

- دی سیل آف دی پرافٹ (مہر نبوت)
- جیسس کرائسٹ اِن دی لائٹ آف قرآن (یسوع مسیح قرآن کی روشنی میں) مولانا نورانی کو عرب شریف کے ماحول سے جو قلبی لگاؤ ہے وہ حرمین طیبین میں بکثرت حاضری آپ کے عربی لباس و اخلاق سے ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی گھریلو معاشرت بھی عربی ہے۔ آپ

گھر میں بچوں سے عربی میں گفتگو فرماتے ہیں۔ اور روزانہ کھانے میں عرب شریف کا پسندیدہ پھل کھجور شریف استعمال کرنا آپ کا معمول ہے۔

مولانا نورانی کے ذاتی حالات و کوائف کے بعد اب ملکی سیاسی ماحول میں مولانا کی جدوجہد ان کے بیانات اور ان کے متعلق تأثرات کا ایک شمار کہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

دیوبندی جمعیۃ علماء اسلام کا ترجمان "خدام الدین" اپنے اداریہ میں رقمطراز ہے کہ "جمعیۃ علماء پاکستان پارلیمانی گروپ کے لیڈر مولانا شاہ احمد نورانی نے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے آئین میں تین بنیادی باتیں پارلیمانی طرز حکومت۔ دو ایوانی مقننہ، اور مملکت کا مذہب اسلام ہونی چاہئیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی ریاست میں مرتد کی سزا موت ہونی چاہیئے۔ اور ہمارے آئین کی بنیاد قرآن و سنت پر استوار ہونی چاہیئے۔

ان سے سوال کیا گیا کہ اگر دوسرے غیر مسلم ممالک نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا تو کیا یہ بات اسلام کے فروغ میں حائل نہ ہوگی، انہوں نے کہا یہ محض ایک مفروضہ ہے"۔

ایک اور سوال کے جواب میں مولانا نے کہا لفظ مسلمان کی واضح تشریح موجود ہے۔ اور اسے آئین میں شامل ہونا چاہیئے۔ انہوں نے بڑے

واضح الفاظ میں کہا کہ کوئی شخص اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان نہیں مانتا تو وہ مسلمان کی تعریف سے خارج ہو جاتا ہے
(ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۲ء)

مولانا نورانی کو ووٹ نہ دینے پر انضباطی کاروائی کا اعلان

پشاور ۱۴ر اگست جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر مولانا غلام غوث ہزاروی مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے انہیں جمعیت سے مستعفی ہونا چاہیئے۔ ورنہ انہیں جمعیت سے نکال دیا جائے گا۔ مفتی محمود نے کہا ہے کہ انہوں نے علانیہ پارٹی سے بغاوت کی ہے اور کوئی بھی شخص اس قسم کی کارروائیوں کے بعد جمعیت کے آئین کے مطابق پارٹی کا رکن نہیں رہ سکتا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا عبدالحکیم اور مولانا عبدالحق نے وزیر اعظم کے انتخاب کے موقع پر حزب مخالف کے امیدوار مولانا شاہ احمد نورانی کی بجائے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے حق میں ووٹ دئے تھے (امروز)

جہاں ایک طرف مولانا نورانی کی متحدہ محاذ میں اہمیت مفتی محمود کے بیان سے ظاہر اور ان کی اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانے، آئین کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے، مسلمان کی تعریف شامل کرانے اور قتل مرتد و جمہوریت کے متعلق مسلسل اور بھر پور جدوجہد کا اعتراف "خدام الدین" کے اداریہ سے واضح ہے۔ وہاں "غلام غوث گروپ" اور راولپنڈی کے "متوازی گروپ" کا کردار بھی قابل غور ہے جنہوں نے مولانا نورانی کے مقابلہ میں مسٹر بھٹو کے حق میں ووٹ دیکر اپنے "مسلک" کا مظاہرہ کیا تھا۔ ۱۴ر کے پریس نوٹ کے مطابق "غلام غوث گروپ" نکال دیا گیا ہے۔

ردِّ قادیانیت میں ایک اہم دستاویز

مرزائیت کے متعلق مولانا نورانی کے حیرت انگیز انکشافات

انٹرویو۔ محمد حنیف حاجی طیّب صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان

تحریر جناب طارق علی صاحب

سقوطِ مشرقی پاکستان: (سوال) سقوطِ مشرقی پاکستان میں آپ قادیانیوں کو کس حد تک ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔

جواب: سقوطِ مشرقی پاکستان کا جہاں تک تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذمہ دار سو فیصد قادیانی ہیں۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔ کہ پاکستان کا جو بھی بجٹ تیار کیا جاتا ہے اور جو بھی پلاننگ ہوتی رہی ہے اس کے چیئرمین ہمیشہ ایم ایم احمد رہے ہے اور مشرقی پاکستانیوں کو ہمیشہ یہ شکایت رہی کہ بجٹ میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ مرزائی جان بوجھ کر یہ کوشش کرتے رہے، کہ جس قدر ممکن ہو غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی چلی جائیں اور جتنی غلط فہمیاں بڑھیں گی اتنی ہی دوریاں بڑھیں گی۔ اس سلسلہ میں مرزا ایم ایم کا کردار بہت ہی گھناؤنا ہے۔ اس شخص نے انتہائی باغیانہ کردار ادا کیا۔ ڈھاکہ میں جانے سے مزید اندازہ ہوا کہ قادیانی واقعی بڑا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہے

ہیں ۔ مثلاً ڈھاکہ میں کہیں بھی کسی سمجھدار شخص سے بات کی جائے ۔ تو ہمیشہ مرزا ایم ایم احمد کی شکایت کرتا تھا ۔ جن دنوں ۲۰ ، ۲۷ مارچ کو صدر یحییٰ ڈھاکہ میں موجود تھے ۔ اسی زمانے میں ایم ایم احمد بھی وہاں موجود تھے ، چنانچہ وہاں کے تمام اخبارات نے اس بات پہ احتجاج کیا کہ اقتصادی مشیر کا اس موقع پر کیا کام ہے ۔

مشرقی پاکستان میں ۱۹۷۰ء میں سیلاب آیا تو اس میں بہت زبردست نقصان ہوا ۔ اپیل پہ دنیا بھر سے امداد آنا شروع ہوئی ۔ پوری امداد کے خرچ کرنے کا انتظام ایم ۔ ایم احمد کے سپرد کیا گیا ۔ اس سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بہت نفرت ہوئی اور انھیں اس بات پر سخت افسوس ہوا کہ ایک ایسے شخص کے سپرد امداد کا کام سونپا گیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ ناانصافیاں کرتا رہا ہے ۔ بہت سارا امدادی سامان مستحقین کو پہنچ بھی نہ پایا ۔ ایم ایم احمد صاحب اس بات کے بہت ماہر ہیں ۔ کہ دنیا بھر سے بھیک مانگتے رہیں ۔ ملک قرضوں کے نیچے دبا رہے اور قرضہ استعمال بھی نہ ہو ۔ پیپلز پارٹی کے مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ماضی میں اقتصادی منصوبہ بندی بہت ہی غلط ہوتی رہی ہے ۔ چودہ سال سے ایم ایم احمد پاکستانی اقتصادیات پر مسلط ہیں اور ان کی منصوبہ بندی کو غلط تسلیم بھی کر لیا گیا ہے پھر بھی وہ اپنی جگہ برقرار ہیں ۔ ملک تباہ ہوتا ہے ہوتا رہے ۔ لیکن ان کو کوئی آنچ نہیں آتی ۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی جڑیں بہت ہی مضبوط ہیں ۔ اور یہ اسی قسم کا گھناونا کردار ادا کر رہے ہیں ۔ جو امریکہ میں بیٹھ کر یہودی ادا کر رہے ہیں انھوں نے بڑی منظم سازش کے تحت پاکستان کے اہم سرکاری عہدوں پہ قبضہ کیا جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس عظیم الشان اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں ۔ کیونکہ یہ

سمجھتے ہیں، کہ ہم کسی بھی طرح اس ملک کے حکمران تو بن نہیں سکتے۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور مسلمان ہمیں ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے ملک کا ایک حصّہ تو تباہ کرا دیا۔ اگر وہ اس حصّہ میں اسی طرح پروان چڑھتے رہے تو وہ اس کے بھی ٹکڑے کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

وہاں کی نفرت: سوال: کیا مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمہوری حکومت کے قیام کے بعد پاکستان میں قادیانیوں کا رہنا مشکل ہو جاتا۔

جواب: مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان میں ان کے لیئے اس طرح پھلنے اور پھولنے کا موقع میسر نہیں۔ جیسے کہ مغربی پاکستان میں میسر ہے۔ مشرقی پاکستان کے عوام قادیانیوں کے سلسلے میں حد درجہ جذباتی اور ان سے متنفر ہیں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو ہونا چاہیئے۔ مشرقی پاکستان کے مسلمان کسی طرح بھی مرزائیوں کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ اور سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا۔ کہ سب سے بڑی اسلامی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر دیا جائے اور خاص طور پر اس خطے میں سو فیصد مسلمان صحیح العقیدہ مسلمان یعنی اہل سنت و جماعت حنفی مسلمان ہیں۔ اس لیئے انھیں لازمی طور پر الگ کر دینا چاہیئے۔

مجیب کی بیزاری۔ سوال: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کی اکثریت سے متاثر ہوں۔

جواب: چونکہ مشرقی پاکستانی اکثریت میں تھے۔ اور اگر وہ آجاتے تو ان کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا۔ کہ وہ مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ

سخت رویہ اختیار کرتے۔ اس کے مشاہدہ کا موقع مجھے شیخ مجیب الرحمان سے ملاقات میں ہُوا۔ دورانِ گفتگو شیخ مجیب الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے: ایم۔ایم احمد ڈھاکہ میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ یہاں پر اس کا کوئی کام نہیں اور کوئی مقصد نہیں۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں اس کی درخواستوں پر ملاقات ہو گئی۔ ساتھ ہی مجیب الرحمٰن نے کہا کہ یہ قادیانیت اور مرزائیت مغربی پاکستان کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یہ (قادیانی) جائز نہیں ملتا۔

سوال: بعض حلقے یہ تأثر دے رہے ہیں۔ کہ ایم ایم احمد بہت ہوشیار آدمی ہے۔ اور اس کے بغیر بیرونی ممالک سے تعلقات میں مشکل ہو گی۔

جواب: اس کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ وہ ایک معمولی سی ایس پی افسر ہے۔ اور یہ ان سی ایس پی افسروں میں سے ہے جس نے اعلیٰ نمبروں سے سی ایس پی کا امتحان بھی پاس نہیں کیا۔ اور نہ کبھی اقتصادیات سے ان کا کوئی تعلق رہا ہے۔ بہر حال کیونکہ وہ ایک عرصہ سے اس عہدہ سے چپکے چلے آرہے ہیں اس لیے شاید لوگ سمجھنے لگے ہوں کہ وہ اس میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ حالانکہ اقتصادیات کا ماہر ہونا اور بات ہے۔ اور چندے لے کر بھیک مانگنا اور بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اقتصادیات کا ماہر تو نہیں بھیک مانگنے کا ماہر ضرور ہے، اور اس نے قوم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ قوم پر تقریباً دو ارب روپے کے قرضوں کا بوجھ ڈال دیا۔ اور اسے مقروض بنا دیا۔ میرے خیال سے نسلیں گزرتی چلی جائیں گی۔ اور اس کا سود تک ادا نہیں ہو سکے گا۔ جہاں تک اقتصادیات کا تعلق ہے۔ مسٹر ایم ایم احمد نے پوری منصوبہ بندی سے مرزائیت کو اس ملک میں اس طرح

مضبوط کیا ہے جس طرح امریکہ میں یہودیوں نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے۔ امریکہ میں یہودی اس قدر اثر انداز ہیں کہ تمام بینکوں، انشورنس کمپنیوں پر ان کا قبضہ ہے اور امریکہ کا کوئی صدر ان کی حمایت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا اور یہ صرف اقتصادی وجہ سے ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے تجارتی مرکز وال اسٹریٹ میں تقریباً ۷۵ فیصد یہودیوں کا قبضہ ہے امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں، اسلحہ ساز کارخانوں۔ فیکٹریوں۔ جہاز سازی کے کارخانوں غرضیکہ ہر بڑے سرمایہ کاری کے ذریعے پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سینٹ اور صدران کی حمایت کے بغیر منتخب نہیں ہو سکتے۔ یہی طریقہ مرزا ایم ایم احمد نے اختیار کیا ہے۔ اور وہی پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کی ہے انھوں نے اور چودھری ظفر اللہ نے یہاں آکر باقاعدہ مرزائیوں کو لائسنسوں سے نوازا۔ کارخانوں کے پرمٹ دیے اور اس کی ابتداء شاہنواز لمیٹڈ سے ہوئی۔ ظفر اللہ خاں کی حمایت سے قادیانیوں کا ایک بڑا گروہ حکومت میں داخل ہو گیا تھا۔ ان میں ظفر اللہ سربراہ تھے، جو وزیر خارجہ تھے۔

ایم۔ اے فاروقی جو صدر ایوب کے زمانے میں سب ہی کچھ تھے۔ اور ایم ایم احمد۔ چنانچہ جتنی اہم انڈسٹریز تھیں انھوں نے ان کے لائسنس قادیانیوں کو دیئے۔ ورنہ قادیانی کبھی بھی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہ تھے۔

پنجاب میں نصیر اے شیخ فاروق اے شیخ شاہنواز لمیٹڈ وغیرہ نے زیادہ منافع والی تجارت کے فرائض حاصل کرلئے تاکہ مرزائی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی عرض کر دوں کہ جہاں انھوں نے پنجاب میں شوگر فیکٹریز ٹیکسٹائل ملز وغیرہ قائم کئے وہاں سندھ وغیرہ میں بھی اسکے ساتھ ساتھ انھوں نے جتنے بھی

فوائد حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ حاصل کئے یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء میں نوٹوں کی واپسی کا جب اعلان ہوا تو لوگوں کو یہ جان کر شائد حیرت ہوگی لیکن اسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ واپسی کی تاریخ پر ربوہ سے کوئی شخص بھی نوٹ جمع کرانے نہیں آیا۔ کیونکہ انہیں ایم ایم احمد کے ذریعے تین دن پہلے ہی یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ نوٹ واپس ہو رہے ہیں چنانچہ کوئی بھی قادیانی خسارے میں نہیں رہا۔ اب، حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پہ رہ کر بڑے عظیم اقتصادی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور پوزیشن یہ ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں۔ اور اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں۔ جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ فتنہ اسی طرح پروان چڑھتا رہا۔ تو آئندہ چل کر (خدانخواستہ) یہی ہوگا۔ کہ اس ملک پر مکمل طور پہ ان کا قبضہ ہوگا۔ اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہ کر سکے گا۔

۱۹۷۰ء:۔ اس کا ثبوت ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مل گیا کہ قادیانیوں نے کھل کر پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ مرزا ناصرالدین محمود نے ربوہ میں اپنے خطبہ میں باقاعدہ اعلان کیا کہ مرزائی پیپلز پارٹی کو سپورٹ کریں۔ چنانچہ مرزائیوں کے بچے بچے نے پیپلز پارٹی کے لئے انتخابات میں کام کیا۔ پیپلز پارٹی مرزائیوں کے کندھے پر سوار ہو کر ابھری ہے

یحییٰ کو اطلاع

سوال: کیا یحییٰ خان کے دور میں آپ نے یحییٰ خان اور حکومت کو قادیانیوں کے عزائم سے مطلع کیا تھا؟

جواب: سابق صدر یحییٰ سے فروری ۱۹۷۱ء میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ کراچی کے ایوانِ صدر میں علامہ عبدالمصطفےٰ الازہری اور جمعیت علماء پاکستان کے دیگر رہنما موجود تھے میں نے اس مسئلے پر تفصیل سے یحییٰ کو ان کے ناپاک عزائم سے مطلع کیا مثلاً یہ کہ میں نے کہا کہ قادیانی اسرائیل کے ایجنٹ اور یہودیوں کے دلال ہیں۔ امریکی اور برطانوی سامراج کے

پروردہ ہیں۔ اور پاکستان میں موجود تمام قادیانی سی آئی ڈی اے کے ایجنٹ ہیں اس وقت صدر یحیٰی خاں نے کہا ثبوت کے طور پر کوئی بات کہیں تو میں نے کہا کہ حکومت پاکستان کسی بھی پاکستانی مسلمان کو پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل جانے کی اجازت نہیں دیتی اور پاسپورٹ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ تمام دنیا کے لئے کارآمد۔ ایک تو اسرائیل سے پاکستان نے کبھی کوئی تعلق قائم نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ آئندہ کبھی ہو گا لیکن وہاں مرزائیوں اور قادیانیوں کا باقاعدہ مشن کھلا ہوا ہے۔ ربوہ سے ہر سال دوسرے سال مشنریز جاتے رہتے ہیں، اور وہاں بیٹھے رہتے ہیں۔ اور یہ بات حیرتناک ہے کہ پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل چلے جاتے ہیں۔ وہاں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ ان کا وہاں خرچ کیسے چلتا ہے اور وہاں کیا کر رہے ہیں۔ اور وہ کس مقصد کے لئے جاتے ہیں۔ وہ اسرائیلی ــــ جو اسلام کا نام پسند نہیں کرتے مرزائیوں کو کیسے پروان چڑھنے دیتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزائیت یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے۔ اس کی معرفت جو چاہتے ہیں کراتے ہیں۔

میں نے یحیٰی خاں سے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ ان کے ناپاک عزائم اس حد تک ہیں۔ کہ آپ پورے پاکستان کے صدر ہیں اور پورے ملک پر آپ کی حکومت ہے۔ لیکن ربوہ پر آپ کی حکومت نہیں۔ یہ پاکستان کے اندر ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ میں نے جواب دیا کہ ربوہ مرزائیوں کا ایک علیحدہ مرکز ہے مرزا ناصر الدین کی وہاں حکومت ہے ان کی اپنی پولیس ہے۔ جس کا نام الفرقان فورس ہے۔ ان کا اپنا نظام ہے۔ ہر قسم کی عدالتیں قائم ہیں۔ اور ان کی حکومت چل رہی ہے۔

پاکستان کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی جگہ پاکستان میں جائداد خرید لیں، لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ کوئی پاکستانی ربوہ میں جائداد خریدنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ صرف قادیانی ہی وہاں کی جائداد خرید سکتے ہیں۔ اور مرزا ناصرالدین، بشیرالدین وغیرہ اس جائداد کو فروخت کرتے ہیں۔ یہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ پاکستان سے باہر ہے اور ایک علیحدہ اسٹیٹ ہے۔

سوال: یہ بات آپنے عوامی سطح پر بتائی تھی؟ جواب: مارچ میں مرزائیت کے خطرناک عزائم سے باخبر ہو کر میں نے اللہ کی مدد اور حمایت سے یہ خیال کیا کہ اس سازش سے پوری قوم کو آگاہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ کو آرام باغ کے جلسہ عام میں میں نے اعلان کیا کہ اس ملک کو ٹکڑے کرنے کی سازش تیار ہو چکی ہے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور ایم ایم احمد باقاعدہ یہ کہتے ہیں۔ کہ مشرقی پاکستان ہمارے لئے بوجھ ہے۔ اس کا علیحدہ ہونا ہی ہمارے لئے ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ ورنہ ہم اسی طرح تباہ ہوتے رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے پروپیگنڈے ہو رہے تھے، اور مرزائی یہ چاہتے تھے کہ ۷ کروڑ مسلمانوں کی وہ سرزمین جہاں مرزائیت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ اس ملک سے علیحدہ ہو جائے تاکہ مرزائی آسانی سے اپنے آپ کو پروان چڑھا سکیں۔ اسرائیل اور واشنگٹن میں جس طرح یہودی مل کر سازشیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ اس سے میں نے پوری قوم کو آگاہ کیا لیکن افسوس کہ ذمہ دار افراد نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ صدر صاحب نے بھی اس کا کوئی خیال نہیں کیا۔ اور ملک ٹکڑے ہونا تھا وہ ہو گیا۔

مذہبی لبادہ۔ سوال: آپ کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی تحریک مذہبی تو برائے نام ہے۔ سیاسی زیادہ ہے۔

جواب: مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بہت ہی خطرناک سیاسی تحریک ہے۔ اور یہ صیہونیت کی ایک ذیلی تنظیم ہے، جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔

طاغوتی ایجنٹ: **سوال:** ان کا منتہا تو قادیانی اسٹیٹ کی تعمیر ہی سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ ڈبل گیم کھیل رہے ہیں۔ ان کا پہلا مقصد تو یہ ہے۔ کہ حکومت مکمل طور پر ہمارے قبضہ میں آجائے۔ اگر حکومت قبضہ میں نہیں آتی ہے۔ تو یہ ملک ہی ختم ہو جائے۔ اس سلسلے میں ایک بات کی وضاحت کر دوں کہ ربوہ تو بہر حال ان کا مرکز ہے، لیکن یہ بات بڑی حیرت ناک ہے اور شاید بعض لوگوں کے علم میں یہ بات نہ ہو کہ قادیان جو مرزائیوں کا اصل مرکز ہے۔ جہاں مرزا غلام احمد نے جھوٹی نبوت کا چرچا کیا تھا اس قادیان میں ہی مرزا غلام احمد کی قبر بھی ہے وہاں پر ۳۱۲ قادیانی بیٹھا رکھے ہیں یہ قادیانی درویش کہلاتے ہیں ان ۳۱۲ درویشوں کا خرچ ربوہ سے جاتا ہے۔ اور جب وہاں آدمیوں کی کمی ہو جاتی ہے تو ان کی کمی پوری کرنے کے لئے یہاں سے آدمیوں کو بھیج دیا جاتا ہے۔ مشرقی پنجاب میں تبادلہ آبادی ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کا وجود نہیں ہے مگر قادیانیوں کو ہندوستان میں رہنے کی اجازت دے دی گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ہندوؤں سے بھی رابطہ ہے ہر وہ طاقت جو مسلمانوں کی دشمن ہے اور اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہے اور مرزائیوں کی دوست ہے اور یہ اس کے ایجنٹ ہیں قادیان اور ربوہ کا براہِ راست رابطہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے۔

بنگلہ دیش : سوال۔ قادیان کے قادیانیوں نے ترشاندہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے ؟

جواب : اخبارات اس کے گواہ ہیں۔ اور تفصیل کے ساتھ یہ واقعات اخبارات میں آئے ہیں کہ قادیان میں رہنے والے قادیانیوں نے باقاعدہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ہے، اور انھوں نے بنگلہ دیش کی حمایت کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ مرزا ناصرالدین محمود نے باقاعدہ اس بات کا اعلان کیا تھا کہ ہندوستان اور پاکستان ایک ہو کر رہیں گے، اور ان کے ساتھی اب بھی اس کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مرکز ان کا قادیان رہے۔ کیونکہ وہی ان کا قبلہ و کعبہ ہے، اور وہ براہِ راست اپنے مرکز سے رابطہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

جاسوسی۔ سوال : قادیانی حج کرتے ہیں ؟

جواب : قادیانی حج کے لئے نہیں جاتے لیکن جب سے پاکستان بنا ہے یہ لوگ بھی جانے لگے ہیں۔ اور چونکہ ان کے پاسپورٹ میں قادیانی نہیں لکھا ہوتا۔ اس لئے سعودی حکومت انہیں نہیں روکتی۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ سازشیں کرتے ہیں۔ اور یہاں یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تبلیغ کی غرض سے گئے تھے اور چونکہ وہاں ان کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے وہ وہاں صرف جاسوسی کرتے ہیں اور یہودیوں کو وہاں کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں۔

سوال : کیا سعودی عرب میں قادیانیت کی تشہیر اور تبلیغ پر بالکل پابندی عائد ہے ؟

جواب : جی ہاں وہاں مکمل پابندی ہے۔ اور اگر حکومت کے علم میں یہ بات

آجائے۔ کہ فلاں شخص قادیانی ہے تو اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے اور وہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

مسلمان کی تعریف۔ سوال: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اسلام پسند جماعتیں خصوصاً آپ کی جماعت مسلمان کی تعریف شامل کرنے اور سرکاری مذہب متعین کرنے پر زور دے رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ عام فہم بات ہے کہ دستور میں جو بھی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ ان کے قوانین بنتے ہیں اور ہر چیز کے لیے مکمل تعریف دی جاتی ہے۔ جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسمبلی کا کیا مطلب ہے۔ آئین کا کیا مطلب ہے۔ الیکشن کمیشن کا کیا مطلب ہے وغیرہ وغیرہ ان وضاحتوں میں مسلمان کی تعریف نہ آئے تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ جب صدر کی تعریف ہے۔ کہ وہ ملک کا دستوری و آئینی سربراہ ہوگا تمام اختیارات اس کی ذات میں مرکوز ہوں گے وہ ہی پورے پاکستان کی افواج انتظامیہ کا پوری طرح ذمہ دار ہوگا۔ اسی کے ساتھ ساتھ جب یہ آتا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا تو مسلمان کی تعریف بھی آنا چاہیئے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف جب آئے تو اس سے یہ بات واضح ہو جانا چاہیئے کہ ملک کا سربراہ و مملکت مسلمان ہوگا اور برائے نام مسلمان کہلا کر ختم نبوّت کا انکار کر کے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلا کر سربراہ بن کر کوئی بھی بر سر اقتدار نہ آسکے اور منکرین ختمِ نبوّت بڑے عہدوں پر فائز نہ ہو سکیں۔

تقریر و مناظرہ۔ سوال۔ بیرونی ممالک میں کبھی قادیانیوں سے آپ کا واسطہ پڑا ہے؟

جواب: بیرونی ممالک میں متعدد بار قادیانیوں سے واسطہ پڑا ہے۔

نیروبی، دارالسلام، ماریشس اور لاطینی امریکہ میں سری نام، گیانا اور ٹرینی ڈاڈ کے مقامات پر بھی سابقہ پڑا اور مناظرے بھی ہوئے۔

الحمد للہ ان مناظروں میں جو پانچ پانچ اور چھ چھ گھنٹے جاری رہتے تھے۔ مجمع عام میں قادیانیوں کو مکمل شکست دی۔ قادیانیوں کا لندن سے رسالہ نکلتا ہے۔ اسلامک ریویو اس کے ایڈیٹر سے ۱۹۶۸ء میں ٹرینی ڈاڈ میں مناظرہ ہوا جو ۲ ۱/۲ گھنٹے چلتا رہا اور بالآخر وہ کتابیں وغیرہ لے کر بھاگ گئے۔

دوسرا مناظرہ جنوبی امریکہ میں سری نام کے مقام پر ہوا۔ قادیانیوں کے مشہور مناظر موجود تھے۔ اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ نیروبی میں مرزائی مناظر مبارک احمد کے نام سے تھا مناظرے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ لیکن وہ فرار ہوگیا۔ اور اسی طرح بے شمار مناظرے ہوتے رہے۔ اور یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ اسی طرح میں نے عقیدہ ختم نبوت کو ثابت کیا اور ان کے عقیدہ کو باطل کیا۔

مرزائیت سے توبہ۔ سوال: اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں نے توبہ کی یا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جواب: الحمد للہ اس کے نتیجے میں اب تک ٦٠٠ قادیانیوں نے توبہ کی۔ اور یہ ان مناظروں اور ان کے راہ فرار اختیار کرنے کے بعد ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ جھوٹے اور فریبی ہیں۔

تحریری خدمات: سوال: تحریری طور پر آپ نے اس سلسلے میں کیا کچھ کام کیا ہے؟

جواب: افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے جذبۂ دینی میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کچھ دیر سے ہوتا ہے تحریری طور پر ختم نبوت پر انگریزی زبان میں میرے پاس کتاب ہے جس میں میں نے ایک سو سے زائد آیات

اور تین سوسے زائد احادیث نبوی سے صراحتاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے لیکن وہ کتاب طبع نہیں ہو سکی اور نہ ہی ابھی اس کے طبع ہونے کی امید ہے اس لئے کہ وہ ضخیم بھی ہے اور اس کی طباعت کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کی طباعت پر تقریباً ۲۵۰۰ روپے کے خرچے کا اندازہ تھا۔ اب کاغذ کی گرانی کے سبب اس کے اخراجات میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لئے فی الحال اس کی طباعت ممکن نہیں اور دوسری کتاب میں نے اس سلسلے میں لکھی تھی جس کو مرزائی اپنے عقیدے کی بنیاد بناتے ہیں۔

"حیاتِ مسیح علیہ السلام"۔ اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیات کو ثابت کیا گیا اور بتایا گیا کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ میں مسیح ہوں جھوٹ پر مبنی ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے باہر کی دنیا کیونکہ مرزائیوں کے حالات سے بہت ہی کم باخبر ہے اور ان کو دھوکہ دینے کا موقع بآسانی مل جاتا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی وغیرہ میں لٹریچر زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے اور تقسیم کیا جائے اگر صاحبِ خیر مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں اور ان کتابوں کی طباعت کا انتظام کرا دیں تو انھیں مفت تقسیم کرا دیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ان کا کوئی معاوضہ لوں کوئی بھی انہیں شائع کرا کے کسی بھی قیمت پر فروخت کر سکتا ہے۔ میرا مقصد مسلمانوں کو قادیانیت اور مرزائیت کے خطرناک عزائم سے آگاہ کرنا ہے۔

انگریزی مرزائی گٹھ جوڑ : فرانسیسی اور انگریزی تذکرے پر مجھے ایک بات یاد آئی جو میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد خود انگریزوں کا پروردہ ہے۔

اور یہ بات مرزا غلام احمد نے اپنی تحریروں میں بھی تسلیم کی ہے، کیونکہ انگریز چاہتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو مسلمانوں کا مرکزِ عقیدت بنا دیا جائے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا مرکزِ عقیدت مدینہ منورہ ہے اس کی طرف سے یہ لوگ ہٹ جائیں اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بہرحال کیونکہ یہ انگریز کے پروردہ ہیں اس لیے جہاں جہاں انگریز بستے ہیں دنیا کا کوئی کونہ ہو وہاں بڑی آسانی سے انگریزوں نے ان کے دفاتر قائم کرائے اور ان کو امداد دی۔ یہ بھی حیرت ناک بات ہے کہ اسی افریقہ کی سرزمین پر فرانسیسی نوآبادیاں تھیں۔ جہاں جہاں فرانسیسی نوآبادیاں تھیں وہاں فرانس نے مرزائیوں کو داخل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ آج بھی وہاں مرزائیوں کا وجود نہیں ہے حالانکہ اب وہ نوآبادیاں آزاد ہو چکی ہیں۔ انگریزوں کی آبادیوں میں ان کے مراکز موجود ہیں اور فرانسیسی سمجھتے ہیں کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اس لیے وہ انھیں کبھی بھی اپنی نوآبادیوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

تبلیغی دورے :- **سوال** :- قیامِ پاکستان سے لے کر ۱۹۷۴ء کے مالی سال تک بیرونی ممالک کے تبلیغی دوروں پر جو رقم خرچ کی گئی اس میں قادیانیوں کا حصہ تھا یا نہیں؟

جواب :- حکومت تبلیغی مقاصد کے لیے جو بھی رقم خرچ کرتی رہی ہے۔ وہ اس سلسلہ میں بڑی فراخدلی سے غیر ملکی زرِ مبادلہ ایم ایم احمد کی معرفت تقسیم کراتی تھی۔ ہر مرزائی مبلغ براہِ راست ایم ایم کی اجازت سے اسٹیٹ بنک پہنچتا تھا۔ اور بڑی آسانی سے غیر ملکی زرِ مبادلہ حاصل کر لیتا تھا۔ اور اس کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک سے حاصل کئے جا سکتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ سنہ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک میں نے تبلیغی دورے کئے ایک ایک سال باہر رہا لیکن جب بھی اسٹیٹ بنک سے غیر ملکی زرِ مبادلہ کا مطالبہ کیا تو مجھے انکار کر دیا گیا۔

اور کوئی لٹریچر یا مباولہ نہیں دیا گیا۔ میرا پاسپورٹ اس چیز کی وضاحت کرتا ہے۔

حکومت کو اطلاع: **سوال:**۔ ایم ایم احمد کے بارے میں شدید جذبات جو مشرقی پاکستانی رکھتے تھے۔ ان سے آپ نے کبھی حکومت کو آگاہ کیا تھا۔

جواب:۔ ۲۸ رفروری کو یحییٰ خاں سے ملاقات میں میں نے کہا تھا کہ یہ آپ کے علم میں ہے کہ مغربی پاکستان کے لوگ ایم ایم احمد کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں تو یہ عالم ہے اگر انھیں ایم ایم احمد مل جائے تو اسے جلا کر اس کی خاک بھی خلیج بنگال میں ڈال دیں۔ اس پر یحییٰ خاں نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جذبات کا مجھے پہلے ہی علم تھا۔ لیکن مغربی پاکستان کے لوگوں کے جذبات مجھے معلوم نہیں تھے۔ میں نے انھیں بتایا کہ مغربی پاکستان کے عوام بھی ان سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

امریکی سیاست: **سوال:** اس کے باوجود بھی اسے چپکا رکھا؟

جواب:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنی بھی حکومتیں برسر اقتدار رہیں وہ ہمیشہ امریکہ کے رحم و کرم پر چلتی رہیں اور امریکہ اور یہودیوں کا سب سے بڑا مفاد اس میں ہے۔ کہ ان کا ایجنٹ حکومت میں موجود رہنا چاہیئے۔ اس لئے کوئی بھی حکومت اس بات کی جرأت نہ کر سکی کہ وہ ان لوگوں کی نگرانی کر سکے۔ اور اس کا قلع قمع کر سکے۔

تحریک ختم نبوت: **سوال:**۔ ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں جو تحریک چلی تھی۔ ان دنوں آپ پاکستان میں تھے یا نہیں؟

جواب: اس زمانے میں میں پاکستان میں تھا۔ اور کراچی میں اس تحریک میں مولانا عبدالحامد بدایونی مرحوم اور دیگر علماء کے ساتھ شریک تھا۔ آرام باغ میں جمعہ کے دن اس مہم کا آغاز کیا گیا۔ اور اس میں پیش پیش تھا رضا کاروں کو گرفتاری کے لئے تیار کیا گیا اور دیگر

اہم انتظامات کئے گئے۔

والد ماجد کی سرگرمیاں ۔ سوال: آپ کے والد ماجد اس زمانے میں کیا تبلیغی دورے پر تھے۔

جواب: والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں افریقہ کے تبلیغی دورے پر تھے۔

سوال: کیا آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے مناظرے کئے اور تحریری طور پر کوئی کام کیا ہے؟

جواب: میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے آخر تک افریقہ ملائیشیا۔ سیلون۔ یورپ اور امریکہ کی سرزمین پر ہمیشہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی زبان میں تصنیف THE MIRROR کے نام سے موجود ہے جو کہ پبلیکیشنز نے شائع کی ہے اور اردو زبان میں

"مرزائی حقیقت کا اظہار" تصنیف موجود ہے۔ عربی زبان میں مصر کی چھپی ہوئی "المرآۃ" ہے۔ انڈونیشی زبان میں بھی "مرزائی حقیقت کا اظہار" کتاب کا ترجمہ ہوا۔ اور اس کی اشاعت کے بعد ملائیشیا میں بہت زبردست تحریک اٹھی یہاں تک کہ ملائیشیا میں مرزائیوں کا داخلہ تک ممنوع ہو گیا تھا۔"

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت ختم نبوت نمبر" اگست ستمبر ۱۹۷۲ء)

---

۲۴ ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ ۳۰ جنوری ۱۹۷۳ء کو ریڈیو اور ٹی وی پر

مولانا نورانی کا آئینی سمجھوتے پر ولولہ انگیز محاسبہ

تاریخی خطاب

میرے عزیز ہموطنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - میں ایک ایسے وقت میں آپ سے آئینی تجویز کے بارے میں گفتگو کر رہا ہوں جب کہ سمجھوتہ مختلف تاویلات اور تضاد بیانی کی وجہ سے پُراسرار شکل اختیار کر چکا ہے، آپکو اس بات پر حیرت ہوگی کہ ایسا فارمولا جس پر حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے اتفاق کے ساتھ اور جسے باہمی افہام کی فضا میں پر خلوص نیتوں کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔ اتنی جلد متنازعہ کیسے بن گیا۔ آپ کی حیرت بجا ہے ضرور مجھے بھی حیرت ہے کیونکہ اب سے تین ماہ قبل آئینی سمجھوتے پر دستخط کئے تھے۔ اور میری جماعت جمعیتہ علماءِ پاکستان کے پارلیمانی سربراہ کی حیثیت سے مجھے اس میں دعوت دی گئی تھی۔

میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ اصل مسودہ آئین میں اس سمجھوتے کو نظرانداز کیا جائیگا۔ اور حکمران حسبِ عادت اپنی مرضی مسلط کرنے اور اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے اور اپنے اختیارات کو دائمی بنانے کے لئے سمجھوتے کو اس طرح کچل کر عوامی نمائندوں کی کوششوں پر اس طرح پانی پھیر دینگی اور ہر اسلامی و جمہوری دفعہ سے پوری ڈھٹائی اور بے باکی کے ساتھ مکر جائینگے۔ آئینی سمجھوتہ کیونکہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا تھا۔ یہ رمضان کا مبارک اور مقدس مہینہ

تھا۔ ہمیں خیال تھا کہ کم از کم ماہ رمضان المبارک کا خیال کر کے حکمران جماعت اس
کا احترام کرے گی۔ اور کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا۔ کہ رمضان کے جاتے ہی سمجھوتے
آزادی حاصل کر کے اسے اس طرح رسوا کیا جائے گا۔

سب سے پہلے آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ آئینی سمجھوتہ دراصل چند
امور کا نام ہے ۔۰۰ ۷ صفحات اور ۵۴ دفعات پر مشتمل اس سمجھوتے کو مکمل آئین نہیں
دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ پابندی لگائی جا سکتی ہے کہ مسودہ آئین جو کہ ۲۸۰ دفعات پر مشتمل
محض آئینی سمجھوتے کی بنا پر بغیر کسی بحث اور رائے کے منظور کر لیا جائے۔ کیونکہ چار دن کے
مذاکرات میں مکمل آئین کے ساتھ تدوین ہرگز نہیں کی جا سکتی آئینی سمجھوتے کے بعد مسو
مکمل کرنے کے بعد حکمران جماعت حزب اختلاف پر مسلسل یہ الزام لگاتی رہی ہے
نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا۔ اور آئین سازی کے کام سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ل
آئین سازی کے کام سے ہماری دلچسپی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے آئینی کم
اجلاس کے دوران تقریباً ۲۰۰ سے زائد ترامیم پیش کیں تو جو شخص ۲۰۰ سے زائد
پیش کرے اس کی دلچسپی کا اندازہ آپ اس کی ترامیم سے لگا سکتے ہیں۔ آئین کمیٹی کے
بھی باقاعدہ اجلاس سے میں غیر حاضر نہیں ہوا۔ جہاں تک آئینی سمجھوتے سے انحراف
ہے، تو مسودہ دستور اور آئینی سمجھوتے کو سامنے رکھ لیجئے تو آپ کو ضرور ہی ا
جائے گا کہ حکمران جماعت نے کس بیدردی کے ساتھ اس کی اسلامی اور جمہوری
پامال کیا۔

اسلامی دفعات سے انحراف : اب میں مختصر سا موازنہ پیش کرتا
تا کہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دینے اور دیگر اسلامی دفعات کے

میں حکمران پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے کس مقام پر انحراف کیا ہے۔ آئینی سمجھوتے میں اسلامی دفعات ۲۹ سے لے کر ۳۴ تک ہیں۔ ان دفعات میں اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب بتانے کے بعد ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اسلام کو اس ملک میں مکمل طور پر نافذ کیا جاتا۔

میری جماعت جمعیتہ علماء پاکستان چونکہ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسلام ہی پاکستان کے وجود و بقاء کا ضامن ہے، اسلام اگر اس ملک میں نہیں ہے تو اس ملک کی بقاء کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا اور پھر اس ملک کو وہ تحفظ بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے جو اسلام کو اس ملک میں عملی طور پر نافذ ہونے کے بعد حاصل ہونا چاہیئے۔ اسلامی دفعات اسی صورت میں مؤثر ہو سکتی ہے جب کہ ان کو باقاعدہ دستوری تحفظ دیا جائے یعنی جس طرح وزیر اعظم کو با اختیار بنایا جاتا ہے یا صدر مملکت کو صاحب اختیار بنایا جاتا ہے اور اس کے اختیارات کی حدود متعین کی جاتی ہیں۔

دستوری طور پر یہ تمام چیزیں طے کرنے کے بعد قانونی شکل بھی دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے اختیارات کو اس دستور کی روشنی میں استعمال کرنے اور ان قوانین کا پابند رہے جو دستور کی روشنی میں تیار کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ سربراہ مملکت یا وزیر اعظم تو اس ملک کا صدر یا وزیر اعظم ہوگا مگر اس کو اختیارات نہ دئے جائیں تو ظاہر ہے ایک نمائشی وزیر اعظم ہے۔ یا ایک نمائشی صدر ہے۔ اسلام کے ساتھ ۲۵ سال سے مسلسل یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

اسلام کا غلط استعمال

اسلام کا غلط استعمال : اسلام کو زیب داستان کے لئے اسلام کو ایک حسین قسم کے دستوری چوکھٹے میں سجانے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا۔ اسلام کو لوگوں کے جذبات ابھارنے کے لئے ہمیشہ استعمال کیا گیا لیکن عملی طور پر نافذ کرنے اور عمل کرانے کی صلاح ہرگز نہیں کی گئی۔ ہم نے دستوری سمجھوتے میں خاص طور پر دفعات

دکھوائی تھیں کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اور کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوگی کہ تمام موجودہ قوانین کو جو غیر اسلامی ہیں۔ اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور ان کو موثر طور پر نافذ کرنے کی ضمانت اس دستور میں نہیں دی گئی۔

عدم تحفظ: ہر ایک فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کسی بھی وقت حکومت اس آزادی کو چیلنج کرے۔ اس کو گرفتار کرکے ہراساں کرے پریشان کرے تو وہ عدالت سے رجوع کرسکتا ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اگر اسلام کے قوانین کا مذاق اڑا دیا جائے اسلام کے احکامات پر جن کو کتاب و سنت میں قانونی حیثیت حاصل ہے اگر اس ملک میں عملدرآمد نہ کیا جائے تو کوئی شخص یہ مطالبہ نہیں کرسکتا ہے کہ اسلام کے مطابق اس ملک میں زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے۔

اور اگر اسلام کے خلاف کوئی حرکت ہو رہی ہے کتاب و سنت کے مطابق عمل نہیں ہو رہا ہے تو حکومت وقت کو کہے کہ وہ عمل کرے اس قسم کی کوئی دفعہ دستور میں نہیں ہے۔

اسلامی کونسل کی بے بسی: ایک اسلامی کونسل اسلامی نظریہ کی کونسل تشکیل دی گئی جس کا نام اسلامی کونسل رکھا ہے۔ یہ جس طرح سے پہلے غیر موثر بنا کر دیا گیا ہے۔ وہ صرف اس وقت مشورہ دے سکتا ہے جب اس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ اس وقت ہی اپنی رائے ظاہر کرسکتا ہے جب اس سے رائے پوچھی جائے ورنہ اس بات کی نگرانی کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا کہ وہ خود اس بات کو عملی طور پر نافذ کرسکے۔ کتاب و سنت کے مطابق قوانین جو ہیں بروئے کار لائے جائیں۔ جو زیر بحث ہے کہ وہ قانون اسلامی دفعات کے خلاف ہے۔ وہ قطعاً نافذ نہ کیا جائے۔ اس کو اختیار نہیں۔

ارتداد کی کھلی آزادی: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام اس بات کی کھلی اجازت دیتا ہے کہ ملک میں رہنے والے جتنے بھی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان اپنے مذہب کو تبدیل کرے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان اس کا پابند ہے۔ کہ وہ مسلمان ہی رہے گا۔ جو اپنے مذہب کو تبدیل کرتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ دستور میں مسلمان کے مرتد ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کی ممانعت کی کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔ ہر شہری کو اس بات کے لئے آزادی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری اس بات کے لئے آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے۔ اپنا مذہب تبدیل کرے تو اب یہ دستور کہ جس میں یہ دفعہ موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ اس کو اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی مجھوتہ میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اور تمام موجودہ قوانین کو کتاب و سنت کے سانچہ میں ڈھال دیا جائے گا۔ تو حکومت وقت اس بات کی پابند ہے کہ وہ مسلمان کو اس کے مذہب پر عمل کرائے۔ مسلمانوں کو ان کے مذہب کا پابند بنائے اور قوانین کے ذریعہ سے اس بات کی سختی سے جانچ پڑتال رکھے کہ کوئی شخص مذہب اسلام کی رو سے باہر نہ جانے پائے۔ یہ تو تھیں دستور کی وہ اسلامی دفعات کہ آئینی سمجھوتے میں جن کی ضمانت دی گئی تھی مگر ان سے انحراف کیا گیا۔

غیر اسلامی قوانین کو چیلنج۔ تو اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے یہ بھی عرض کروں گا اگر کتاب و سنت کے خلاف قوانین اسلامی نافذ کئے گئے تو جہاں کسی شہری مسلمان کو انھیں چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے۔ وہاں پارلیمنٹ کے ارکان کو بھی چیلنج کرنے

کا حق نہیں یعنی حکومتِ وقت جب چاہے پارلیمنٹ سے اپنی مرضی کے مطابق چاہے کتاب و سنت کے خلاف ہی وہ قوانین ہوں ان کو نافذ کرا سکتی ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے دستور کو آپ اسلامی کیسے کہہ سکتے ہیں اور آئینی سمجھوتے پر کہاں تک عمل ہوا آپ خود ہی فیصلہ کرلیں میں سمجھتا ہوں کہ آئینی سمجھوتے میں جو دفعات اسلام اور اسلامی قوانین کے لئے رکھی گئی تھیں ان کو آئینی سمجھوتے کے بعد دستوری مسودہ تیار کرتے وقت بالکل ختم کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑی بدعہدی کی گئی ہے۔

اسلامی آئین سے فرار کیوں؟ اور یہ بالکل اسی طرح کی بدعہدی کی گئی ہے جس طرح سے ماضی میں حکمران جماعتیں، اس ملک میں مسلمانوں کے ساتھ کرتی رہی ہیں۔

کیونکہ وہ خود اپنے پانچ چھ فٹ جسم پر اسلام کو اپنی عملی زندگی میں نافذ نہیں کر سکے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں اگر عمل کرتے ہیں، تو ہمیں ہماری عادتیں بدلنی پڑیں گی عمل کرتے ہیں تو شراب چھوڑنی پڑے گی عمل کرتے ہیں تو فسق و فجور کو چھوڑنا پڑے گا۔ زنا کو چھوڑنا پڑے گا۔ جوئے کو چھوڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی قوانین کو اور اسلامی احکامات کو اگر ہم اپنے اوپر نافذ کریں تو ہمیں ان تمام چیزوں سے گریز کرنا پڑے گا۔ اور ہم پابند ہو جائیں گے تو اس لیے وہ اپنی نجی زندگی کے خراب ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مسلمان کی نجی اور اجتماعی زندگی اور اسلامی سوسائٹی کو خراب کرنے کے درپے ہیں۔ دستوری سمجھوتے میں اسلام کو جو تحفظ دیا گیا تھا۔ اس کی روشنی میں جو مسودہ دستور تیار ہونا تھا اس میں ظاہر ہے اس قسم کے احکامات آجاتے تھے، کہ ملک سے مکمل طور پر تمام غیر شرعی چیزوں کو تدریجی طور پر ختم کرنے کی ضمانت دیجائے لیکن اس کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ سے عرض کروں گا۔

بنیادی حقوق پر ڈاکہ:۔ مسودہ دستور میں۔ اسلامی دفعات سے جہاں حکمران جماعت نے انحراف کیا۔ اور حسب عادت اسلام پر عمل کرنے سے معذوری ظاہر کر دی وہاں اس کے ساتھ ساتھ جمہوری حقوق جو ہر فرد کو ہر شہری کو اس ملک میں ملنے چاہئیں۔ ان سے بھی قطعاً انحراف کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے میں یہ بات واضح طور پر لکھی گئی تھی کہ تمام بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا۔ کہ بنیادی حقوق کا تحفظ اس شان سے کیا گیا ہے کہ ایک ہاتھ سے ان کو دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ کچھ تھوڑی دیر انتظار کرتے فوری طور پر ان کو چھین لیا گیا۔ اور بے بس بنا دیا گیا ہے اور ایسا بے بس بنا دیا گیا ہے کہ کوئی شخص بھی اس کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتا۔

یہ اس دستور کے اندر موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک شہری کے بنیادی حقوق اور آزادی کی اقدار (VALMES) پر بہت بڑا ڈاکہ ہے۔ اور اس عرصے میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حکمران جماعت کس طرح سے شہریوں کے حقوق پر مسلسل ڈاکے ڈال رہی ہے۔ ان کی آزادی کو چھین رہی ہے ہمیں یہ توقع تھی کہ آئینی سمجھوتے میں کیونکہ F.R. کی تحفظ کا مکمل وعدہ کیا گیا ہے دستخط کئے گئے ہیں۔ تو یقیناً دستور میں بھی وہ دفعات ہوں گی لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ وہی حکمران جماعت کہ جو شہری آزادیوں کے لئے مسلسل چلاتی رہی مسلسل عوام میں جا کر یہ پروپیگنڈا کرتی رہی کہ ہم شہری آزادیوں کے لئے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ ان ہی شہری آزادیوں کے علمبرداروں کے ہاتھوں انتہائی افسوسناک طریقہ سے شہری آزادیاں اور حقوق مسلسل پامال ہوتے رہے ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام "جمہوریت" کا سب سے بڑا داعی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مشہور ارشاد بے شمار مورخین اور اکابر

محدثین نے نقل کیا ہے۔ کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ لما عبد تم الناس تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنا لیا ہے۔ حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں فرد کی آزادی خودمختاری اور عزتِ نفس کا اتنا احترام ہے۔ کہ اسکی نظیر دُنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی اور اب جب ہم اس دستور کو اسلامی کہنے کے بعد شہریوں کے حقوق کو پامال کریں تو بڑے افسوس کا مقام ہے اور بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم پھر بھی اس دستور کو اسلامی اور جمہوری کہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا گیا۔ بڑی بدعہدی کی گئی۔ اور یہ بات حد درجہ باعثِ شرم ہے کہ ہم اس دستور کو جمہوری دستور کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔

صریح خلاف ورزی : مزید آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آئینی سمجھوتہ اس بات کی بھی ضمانت دیتا ہے کہ آنے والے زمانے میں قومی اسمبلی دوسو ممبران پر مشتمل ہوگی اور قومی اسمبلی کے ایوان بالا جس کو سینیٹ کہتے ہیں سینیٹ کے ساٹھ ممبران ہوں گے۔ آپ خود ہی فیصلہ کیجیے اور بڑے ٹھنڈے دل کے ساتھ اس بات کو سوچیے کہ جب ہم آئینی سمجھوتے پر دستخط کرتے وقت یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ قومی اسمبلی ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہوگی اس کا نتیجہ کیا نکلا؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت ۱۴۴ افراد پر مشتمل ہے آئندہ ۲۰۰ پر مشتمل ہوگی ظاہر ہے کہ اس کے لیے الیکشن کرانے پڑیں گے۔ یہ بالکل سیدھی سادی بات ہے۔ تو یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے سب شہری نئے آئین کی بابت اس بات کے منتظر رہیں گے کہ اب بقیہ سیٹوں کا نہیں بلکہ پوری قومی اسمبلی کا نئے سرے سے انتخاب ہوگا۔ ان کو اس بات کا حق ہوگا۔ کہ وہ نئے دستور پر اپنی رائے کو ظاہر کر سکیں

میں نے آئین ساز کمیٹی میں جب یہ بات کہی کہ صاحب ۲۰۰ سیٹیں اس کے اندر موجود ہیں تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہمیں اس ۱۴۴ کے ایوان کو پورا کرنا ہوگا۔ تو کہا گیا یہ تو بڑی عجیب غریب بات ہے۔"

دستور کا نفاذ اور اس پر عمل :- ۱۴۴ کے ایوان کو ۲۰۰ سے نہ بھریا ایسے ہی رہنے دیں اور دستور نافذ کریں مارچ یا اپریل میں یعنی دستور تو آپ نافذ کر رہے ہیں۔ اب یعنی ۱۹۷۳ء کے مارچ یا اپریل میں اور عمل ہوگا ۱۹۷۸ء میں پانچ سال کے بعد یہ تو بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اس شق سے کہ اسمبلی ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہوگی۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس کے لئے الیکشن کرانے پڑیں گے۔ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

نئے انتخابات کیوں؟ یہ بات بھی عام آدمی سمجھ سکتا ہے اور آپ حضرات خود بخود اس کا فیصلہ کریں گے۔ اور اپنی رائے کا آزادی سے استعمال کرتے ہوئے آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ الیکشن یقیناً ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ نئے دستور پر جب عوام انتخاب میں حصہ لیں گے تو وہ اپنی رائے کا صحیح اور آزادانہ استعمال کر سکیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے جن نمائندوں کو منتخب کیا ہے اس دستور کی روشنی میں انھیں ان پر اعتماد بھی ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ دستور پر جب اعتماد بھی ہوگا تو ہمیں عوام سے اختیار مل جاتا ہے کہ ہم یہ کہہ سکیں گے کہ ہم نے جو دستور بنایا اس پر عوام نے فیصلہ دیا اس کو عوام کی منظوری حاصل ہو گئی۔ ایسا دستور کہ جس کو عوام کی منظوری حاصل ہو اس کو پائداری حاصل ہو گئی ہے۔

وہ باقی رہتا ہے۔ ورنہ وہ دستور جس کو عوام کی نمائندگی حمایت اور اعتماد حاصل نہ ہو اُسے عوامی دستور نہیں کہا جا سکتا ہے وہ چند افراد کا بنایا ہوا دستور ہے اور ایک فرد یا چند افراد کا بنا ہوا جو دستور ہے اس کا حشر ہم ماضی کی تاریخ میں دیکھ چکے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس دستور کا بھی وہی حشر ہو جو ماضی میں تمام دستاویزوں کا ہوتا رہا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ۲۰۰ سیٹیں جو آپ نے مقرر کی ہیں ان پر فوری طور پر الیکشن کرائیے اور عام طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صاحب الیکشن ہم کیوں کرائیں جب ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ دُنیا کے تمام ممالک میں یہ (TRADITIONS) طریقہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی نیا دستور بناتے ہیں۔ اس دستور کے مطابق نیا الیکشن کراتے ہیں اور اس سے عوام کی منظوری مل جاتی ہے تو ہم سے یہ کہا گیا اس کی مثال دیجئے۔

انتخابات نئی بات نہیں ۔ آئین کمیٹی میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا چنانچہ میرے دلائل آئین ساز کمیٹی کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں میں نے اس وقت عرض کیا کہ دنیا کے تمام ممالک مثلاً ہمارا ہی ہمسایہ ملک بھارت ۱۹۴۹ء میں نیا دستور نافذ ہونے کے فوراً بعد الیکشن کرایا اور نام نہاد بنگلہ دیش میں بھی نیا دستور بن گیا اور نافذ ہو گیا اور اس کے مطابق وہاں مارچ میں الیکشن ہو رہے ہیں مجھ سے یہ کہا گیا کہ بنگلہ دیش تو ایک نیا ملک ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس میں الیکشن ہو رہے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یہاں بھی تو لوگ کہتے ہیں۔ کہ نیا پاکستان ہے۔ جب نیا پاکستان ہے، نئے پاکستان کا نیا دستور ہے۔ تو نئے الیکشن بھی ہونے چاہئیں۔ بہر حال تو میں عرض کر رہا تھا کہ سینیٹ (ایوانِ بالا) اس کی آئینی سمجھتے ہیں۔ ۹ سیٹیں مقرر کی گئی تھیں تو جہاں انھوں نے ۲۰۰ کی اسمبلی مکمل کرنے کے بعد انحراف کیا اور صرف ۱۴۴ کی اسمبلی

د سال تک رکھی اس کے ساتھ ہی انھوں نے سینیٹ کے مسئلہ پر بھی انحراف کیا۔ اور یہ کتنی بڑی بدعہدی ہے۔ آپ ذرا خیال فرمایئے یہ آئینی سمجھوتے کی بات ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ ہی کو حیرت نہیں ہوگی۔ مجھے خود حیرت ہے سینیٹ کے مسئلہ پر یہ طے ہوا تھا کہ سینیٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہوگی اور یہ آئینی سمجھوتے پر موجود ہے اس کا کیا کیا جاسکتا ہے۔ آئینی سمجھوتے پر کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہے۔ وہ الم نشرح ہے۔ عوام کے سامنے اخبارات میں آچکا ہے۔ اور ہر شخص پر اس کی دفعات بالکل واضح ہو چکی ہیں۔ سینیٹ ۶۰ ارکان پر مشتمل ہو گی۔ یہ آئینی سمجھوتے میں طے ہو گیا۔ دستور ساز کمیٹی نے جو مسودہ تیار کیا اس میں سینیٹ کے ارکان صرف ۴۰ رہ گئے صرف ۴۰ اور دو قبائلی علاقوں اور دارالسلام کے دارالسلطنت کے نمائندے تو اس طرح سینیٹ ۴۴ افراد پر مشتمل ہو گا۔

بہر حال دیکھیے کہ آئینی سمجھوتے میں تو ہم یہ طے کرتے ہیں کہ سینیٹ (ایوان بالا) میں ۶۰ ارکان ہوں گے۔ اور اب ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف ۴۲ افراد ہوں گے۔ تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے سے انحراف ہوا یا نہیں۔

عدلیہ کی آزادی پر حملہ : اس کے ساتھ ساتھ میں آپ سے خصوصی طور پر یہ عرض کروں گا۔ کہ ہم نے آئینی سمجھوتے میں یہ بھی طے کیا تھا۔ کہ عدلیہ مکمل طور پر آزاد ہوگی اور عدلیہ اس اعتبار سے آزاد ہوگی۔ کہ اس کو کام کرنے، مروجہ قوانین پر پابندی اور عمل درآمد کرانے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔ عدلیہ کے اراکین معزز جج صاحبان یہ سب کے سب آئینی تحفظ دیے جانے کے بعد اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں گے۔ اس لیے عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا جائے کوئی سی ایس پی افسر بیوروکریسی

ان پر اپنے احکام کی تعمیل نہ کرائے۔ ان کا اپنا بجٹ ہو۔ ان کے اپنے اختیارات ہوں جس کو عدلیہ کہتے ہیں اس کی باقاعدہ علیحدہ سروس ہو۔ اس کا اپنا سکریٹریٹ ہو۔ ایڈمنسٹریشن ہو۔ جج حضرات اپنے معاملات میں مسائل کو خود حل کر لے کریں۔ اور جس طرح چاہیں کورٹس یا ہائی کورٹس کے انتظامات کو چلائیں۔

عدلیہ کی آزادی کو اس دستور میں متاثر کیا گیا۔ سب سے پہلے تو یہ کہ عدلیہ کو اتنا با اختیار ہونا چاہیئے تھا کہ پاکستان کے ہر حصے میں اس کے احکام کی تعمیل ہو سکے۔ لیکن اس دستور میں حکومت نے ایک بڑا عجیب و غریب فیصلہ کیا۔ جو قطعاً آئینی سمجھوتے کی اس روح کو ختم کر دیتا ہے۔ آئینی سمجھوتے کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ انھوں نے ٹربیونل قائم کر دئے ہیں۔

سپریم کورٹ کی بے بسی : جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بھی سرکاری فیصلے سے متاثر ہوا ہے وہ حکومت کا ملازم ہے اور اپنے افسر بالا کے کسی فیصلے سے متاثر ہوا ہے۔ اور وہ شکایت لے کر جاتا ہے، تو صرف کورٹ میں وہ شکایت کر سکتا ہے۔ اور ایسے دوسرے افراد بھی جن پر براہ راست حکومت کے کسی فیصلے کا اثر پڑا ہے۔ تو وہ اگر اس کے خلاف اپیل کرنا چاہے تو وہ صرف A.C. میں اپیل دائر کر سکتا ہے اور A.D.C اگر اس کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو اس کو اب یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی عدالتِ عالیہ یا عدالتِ عظمیٰ میں جاکر اپیل کر سکے۔ ADM. CON کا فیصلہ بالکل آخری اور حتمی ہوگا۔

اب آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ پاکستان کی عدالتِ عالیہ کے اختیار سے A.D بالکل باہر ہے۔ اس طرح عدلیہ کی آزادی کو بالکل محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے اور یہ آئینی سمجھوتے

میں جہاں وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی تھی کہ عدلیہ بالکل آزاد ہو گی۔ پر انداز ہوا ہے، اس کے اختیار کو محدود کر دیا گیا ہے۔ ٹربیونل اور انتظامی کورٹس اس عدلیہ کے اختیارات سے بالکل باہر ہیں۔ تو ظاہر ہے یہ تو عدلیہ کی آزادی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔

الیکشن کمیشن پر بالا دستی۔ اس طرح الیکشن کمیشن کا مسئلہ بڑا نازک اور اہم ہے۔ الیکشن کمیشن اگر غیر جانبدار ہے اس کی پوری انتظامی مشینری باقاعدہ حیثیت الیکشن کمیشن کے ماتحت ہے۔ اس کا اپنا بجٹ ہے اس کے اپنے اختیارات ہیں تو ظاہر ہے وہ انتہائی غیر جانبدارانہ طور پر کام کر سکتا ہے لیکن اگر اس کے اختیارات بالکل محدود ہوں اس کے تقرر میں گڑ بڑ ہو۔ اس کو مالی اختیارات حاصل نہ ہوں وہ اپنے اختیارات کو بروئے کار نہیں لا سکتا اور جیسے چاہیے عملدر آمد نہیں کر سکتا۔ الیکشن کمیشن کے تقرر کے سلسلہ میں وزیر اعظم جو انتظامیہ کا سب سے بڑا سربراہ ہے وہ جس الیکشن کمیشن کو چاہے مقرر کرے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ جب وزیر اعظم الیکشن کمیشن مقرر کرے گا۔ تو پھر اس ملک میں انتخابات کا حشر کیا ہو گا۔ آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں اور ابھی حال ہی میں ایک سال کے عرصہ میں جو ضمنی انتخابات ہوئے ہیں ان کا حشر ہم نے اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس کے گواہ ہیں کہ لائلپور میں جہاں ضمنی انتخابات ہوئے وہاں کیا کیا دھاندلیاں ہوئی ہیں اور کس طرح لوگ چلاتے کراہتے بے چینی کا اظہار کرتے رہے کہ ہم آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کر سکیں لیکن کچھ نہیں ہوا۔ انتظامیہ نے پوری دھاندلی کی الیکشن کمیشن اپنے آپ کو بے بس پاتا تھا ہم چاہتے تھے کہ دستور میں مکمل طور سے تحفظ دیا جائے کہ الیکشن کمیشن پورے ملک میں آزاد حیثیت سے آزادانہ طور پر الیکشن کرا سکے آئینی سمجھتے ہیں یہ بات

طے کی گئی تھی اس پر دستخط کیے گئے تھے۔ لیکن مسودہ دستور میں اس کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ بہت بڑی بدعہدی کی گئی۔ خاص طور سے رمضان شریف میں تیار کیے گئے آئینی مجھوتے کی اگر اس طرح سے دھجیاں بکھیری جائیں تو ظاہر ہے کہ مسلمان کو اس پر رنج ہوگا۔ حالانکہ ویسے بھی بدعہدی کی جائے تو اس پر رنج ہوتا ہے۔

مارشل لاء کے ظالمانہ قوانین :۔ بڑے افسوس اور دکھے دل سے یہ بات آپ سے عرض کروں گا کہ مارشل لاء کے ظالمانہ اور جابرانہ قوانین کو تحفظ دیا گیا عجیب بات یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے افراد اور خاص طور پر حکمران جماعت ماضی کے ان وربڑے ڈکیٹیڑوں کو غدار اور آمر کہتے ہی تھکتے نہیں تھے کہ صدر ایوب ایسے تھے۔ صدر یحیٰی ایسے تھے لوگ ان کو برا کہتے نہیں تھکتے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ حکمران جماعت جو ان کیخلاف منظم تحریک چلانے کے بعد عوامی حکومت کی حیثیت سے ان کا تختہ الٹنے کے بعد برسر اقتدار آئی تھی۔ وہی حکومت آج ان آمروں ظالموں اور غاصبوں کے آمرانہ قوانین کو اس جمہوری دستور میں تحفظ دے رہی ہے دنیا کے سامنے جب ہم اس جمہوری دستور میں تحفظ دیا ہے۔ تو دنیا ظاہر ہے یہی کہے گی کہ اگر آپ کو مارشل لاء کے قوانین کو تحفظ ہی دینا تھا تو پھر آپ کو جمہوری دستور بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ مارشل لاء ہٹانے کی کیا ضرورت تھی مارشل لاء چلاتے رہتے۔

یہ بات بڑی شرمناک اور حد درجہ افسوسناک ہے اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حکمران جماعت کو مارشل لاء کے قوانین سے کتنی محبت ہے مارشل لاء سے کتنا بڑا انس ہے کہ مارشل لاء نافذ کرنے والے چلے گئے لیکن وہ جو یادگار چھوڑ گئے ہیں اس یادگار کو

یہ نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کروں گا۔ کہ ایک بہت ہی بدنام زمانہ اور رسوائے زمانہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ہے P.P.A ۱۹۶۲ء میں نافذ ہوا۔ اس P.P.A کو مارشل لار RAGIME نے نافذ کیا تھا۔ اسے دستوری تحفظ دیا گیا ہے۔ آپ نے ایک طرف یہ مسئلہ سماع فرمایا ہوگا کہ فرد کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے پارٹی بنانے کا حق حاصل ہوگا شہری آزادی کے حقوق بھی اس کو حاصل ہوں گے۔

وہ جو پارٹی چاہے بنائے۔ جس پارٹی میں چاہے شریک ہو۔ ایک طرف تو اس میں یہ تحفظ دیا گیا ہے اور دوسری جانب P.P.A کے ذریعہ یہ تمام اختیارات لگے لیئے گئے اب وہ P.P.A کے تحت پابند ہیں۔ جس جماعت سے وہ بدگمان ہے جس جماعت پر اب اسے اعتماد نہیں رہا ہے، اس جماعت کو وہ اب چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اگر چھوڑے تو اس کی سیٹ بھی جاتی رہتی ہے، P.P.A کے سلسلہ میں بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ ہم لوگ اس کی مخالفت اس لئے کر رہے ہیں۔ کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکمران جماعت کے لوگ P.P.A ٹوٹنے کے بعد زیادہ سے زیادہ حکمران جماعت سے نکل آئیں اور اس طرح سے حکومت کمزور ہو جائے گی۔ میں یقین دلاتا ہوں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی طرح بھی کسی بھی آدمی کو اس کی کسی بھی حیثیت کو چیلنج کیا جائے۔ یا اس کے حقوق اور اختیارات غصب کئے جائیں۔ یہ مقصد نہیں ہے۔ ہم تو صرف یہی چاہتے ہیں۔ کہ آئینی ذریعہ اور آئینی طریقہ اختیار کئے جائیں۔ اور یہ ہر شخص کو جمہوری حق حاصل ہے۔ کہ جمہوری انداز میں تنقید کی جائے جمہوری انداز اختیار کئے جائیں۔ جوڑ توڑ کی شکل میں سازشیں نہ کی جائیں۔

الٰہی بخش یادگار : P.P.A کی ہم مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف

ایک ہے اور وہ یہ کہ صدا ایوب کے زمانے کی یادگار ہے اور ان کی جتنی بھی یادگاریں اور آثار ہیں ان کو کم از کم آثارِ قدیمہ ہی سمجھ کر ختم کر دیا جائے ان کی کوئی افادیت نہیں ہے اور یہ کہ ایک قومی اسمبلی کے ممبر کی آزادی پر ایک بہت بڑی قدغن ہے۔ اسمبلی کے ممبر کی آزادئ فکر اور فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے اس قانون کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ اور یہ میں سمجھتا ہوں کہ آئینی سمجھوتے سے اس لئے انحراف کیا گیا۔ کہ بات جب آئینی سمجھوتے کی ہو رہی تھی تو یہ طے ہوا تھا۔ کہ P.P.A کو اس طرح نافذ کیا جائے کہ کوئی بھی شخص اگر قومی اسمبلی میں ہی جماعت کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنا چاہے۔ تو وہ اپنی سیٹ سے پہلے استعفا دے دوبارہ الیکشن لڑ کر آئے اور پھر اس حکمران کے خلاف جو چاہے کرے۔ اب آپ غور فرمایئے کہ حکمران جماعت رمضان شریف میں آئینی سمجھوتے کے وقت یہ چاہتی تھی۔ کہ P.P.A کو اور زیادہ وسیع کیا جائے اور اسے اس حد تک لایا جائے کہ اگر کوئی شخص عدم اعتماد کی تحریک اپنی جماعت کے وزیر اعظم کے خلاف لانا چاہے تو اس کی اپنی سیٹ عدم اعتماد کی تحریک سے ہی ختم ہو جائے یہ بڑا عجیب سا مذاق ہے کہ اس شخص کے ساتھ جسے تین چار لاکھ ووٹروں نے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ اب اس کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ جس وقت چاہے عدم اعتماد کی تحریک اپنی جماعت کے وزیر اعظم کے خلاف لائے۔ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے۔ اس زمانے میں یہ بھی بات ہو رہی تھی کہ P.P.A میں یہ بات رکھی جائے کہ اگر عدم اعتماد کی تجویز فیل ہو جائے ناکام ہو جائے تو جتنے بھی افراد نے اس کے حق میں ووٹ دئیے ہیں دستخط کئے ہیں ان کی سب کی سیٹیں ختم کر دی جائیں اب وہ دوبارہ لڑ کر آئیں۔ یہ بھی مذاق ہو رہا ہے

کہ اس کے بعد پھر وزیر اعظم کو ۲/۳ عدم اعتماد کی تجویز لاکر وزارت کو نہیں بلکہ جمہوریہ اقتدار
کو استحکام دینے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ اس P.P.A سے نجات پائی جائے۔ استحکام جو
حکمران جماعت مانگ رہی تھی کہ اسے ملنا چاہیئے جمہوریت استحکام کے لئے فرض ہے کہ
وزیر اعظم اپنے پاس اور تمام عہد جو اس نے اپنے ووٹرز سے ——— کئے ہیں ان
کو بروئے کار لاسکے ان کے لئے یہ طے کیا گیا تھا کہ اس کو یہ چاہیئے کہ P.P.A کو زیادہ
سے زیادہ مضبوط کیا جائے اس کے بعد پھر یہ تجویز کچھ حضرات نے پیش کی اور پھر آئینی
سمجھوتے کے زمانے میں کہ ۲/۳ سے کچھ ۱۵ سے چلے پھر ۵۶ آئے اور اس کے بعد ۱۶ پر یہ
آ گئے کہ ۲/۳ سے عدم اعتماد کی تجویز پیش کی جا سکتی ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ۲/۳
کی تجویز سے جب وزیر اعظم کو استحکام حاصل ہو گیا۔ جمہوریت کو استحکام حاصل ہو گیا ۔
وزیر اعظم کو اپنی پالیسیاں بروئے کار لانے کا حق حاصل ہو گیا۔ تو پھر P.P.A کی ضرورت
کیا باقی رہ جاتی ہے ۲/۳ والی بات تو موجود ہے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کر رہا تھا ۔
کہ ابھی آئینی سمجھوتہ دستور کے مسودے میں سے بروئے کار نہیں لایا گیا۔ اور ہمیں
بڑا افسوس ہے کہ جن دفعات کی میں نے نشاندہی کی ہے موازنہ کیا ہے ۔ مجھے اُمید
ہے کہ آپ نے اس پر اچھی طرح غور فرمایا ہوگا اور آپ سمجھیں گے کہ کوشش اس بات
کی کی گئی ہے کہ ہر قیمت پر دستوری مسودے میں آئینی سمجھوتے کو بروئے کار لایا جائے۔
اور الفاظ و معنی دونوں کے اعتبار سے اس کو سمو دیا جائے لیکن افسوس ہے کہ ہم
اقلیت میں ہیں اور حکمران جماعت آئین کمیٹی میں اکثریت سے تھی۔ لہٰذا وہ اپنے فیصلے
منوانے میں کامیاب ہو گئی۔ آخر میں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ ہمیں آئین کمیٹی کے سمجھوتے
پر عمل کرنے میں عمل درآمد کرانے میں کوئی عذر نہیں ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی روح

کے مطابق اس پر عمل کیا جائے۔ اور جس طرح سے طے ہوا ہے اسی انداز میں اس کو باقی رکھا جائے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے، کہ کیونکہ انھوں نے آئینی سمجھوتے کی دھجیاں بکھیر دیں اس لئے ہم بھی مجبور ہیں اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ جب انھوں نے خود ہی اس کو توڑ دیا۔ وہ کار آمد نہیں رہا۔

آئینی سمجھوتے کی موجودہ حیثیت: پھر دوسری حیثیت بھی اس کی ہے، آئینی سمجھوتہ چند رہنما اصول تھے۔ چند امور تھے کہ جن کی روشنی میں دستور کو مرتب کرنا تھا۔ آئینی سمجھوتہ دستور ساز کمیٹی کی ملکیت ہوگیا۔ اور دستور ساز کمیٹی نے جہاں اور جس حد تک اس پر عمل کرنا چاہا۔ عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ دستور کے اندر موجود ہے جیسا کہ حکمران جماعت کہتی ہے۔ اب دستور کے اندر جو غلط چیزیں آگئی ہیں۔ ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔

میرے عزیز ہموطن بھائیو! اور بہنو! اس وقت ہم اپنی تاریخ کے جس نازک بحران سے گذر رہے ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ متحد ہو کر ملکی سالمیت قومی وقار اور نظری ہم آہنگی کے لئے جدوجہد کی جائے۔ اور بے بنیاد الزامات سے ہر ممکن گریز کیا جائے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ حکمران پارٹی اور اس کی پروپیگنڈہ مشینری جسے اس وقت تصویر کا صحیح رخ پیش کرنا چاہیئے تھا۔ اس بے بنیاد پروپیگنڈے میں مصروف ہے کہ حزب اختلاف سمجھوتے سے منحرف ہوگئی۔ حالانکہ ہر شخص آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہم کوئی آئینی بحران پیدا کرنا چاہتے تو ہمیں دستوری سازی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالنی چاہیئے تھی۔ ہم افہام و تفہیم کے ذریعہ متفقہ فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہ کرتے اب وقت آگیا ہے کہ ہم قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں۔ ہمیں اپنے لئے ملک کو نہیں ملک کے لئے خود کو قربان کرنے کے جذبہ سے سرشار ہونا چاہیئے۔ میں اپنے عوام کے توسط سے حکمران جماعت

سے اپیل کروں گا کہ آیئے ہم مل کر اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنے کی جدوجہد کریں اور اپنی قوم کی بے یقینی کو دور کرنے کی جدوجہد کے ساتھ اس قوم کو اپنی رسوائیوں کے انتقام کے لئے تیار کریں جہاں تک میرا اور میری جماعت جمعیۃ علمار پاکستان کا تعلق ہے ہمارے نزدیک پاکستان خدا کی عطا کی ہوئی ایک بہت بڑی نعمت ہے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ہمارا فرض ہے کہ سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس ملک کو ایک سچی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی کوشش کی جائے اور تصادم کش مکش بے یقینی اور بے چینی کے بجائے اس قوم کے جذبۂ تعمیر کو اجاگر کیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے ہم اپنے ہموطنوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی انشاء اللہ اس وطن عزیز کے تحفظ کے لئے ہم کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ اسلام زندہ باد۔ پاکستان پائندہ باد۔

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی مارچ ۱۹۷۲ء)

"کرنل معمر قذافی" (زیرِ طبع)

کتاب "شاہ احمد نورانی" کے بعد "کرنل معمر قذافی" انشاء اللہ مصنف کی دوسری زیرِ طبع ولولہ انگیز تالیف ہے۔ جس میں لیبیا کو ایک مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ اور صحیح پاکستان بنانے میں معروف مجاہد قذافی کے ولولہ انگیز حالات کو جمع کیا گیا ہے۔ پوری تفصیل و تاریخ اشاعت کیلئے مکتبہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ سے رابطہ قائم رکھیں اور کامیابی کے ساتھ جلد منظر عام پر آنے کی دعا فرمائیں۔

ریڈیو، ٹی وی خطاب پر دلچسپ مناظرہ

مولانا شاہ احمد نورانی کا ریڈیو، ٹی وی میں تاریخی خطاب آپ پڑھ چکے ہیں اب اس تاریخی خطاب پر سرکاری وکیل (حکومت کے نمائندے کے زبردست اعتراضات اور مولانا شاہ احمد نورانی کے حیران کن برجستہ جوابات ملاحظہ فرمائیں اور حکومتی نمائندے کی بے بسی اور مولانا نورانی کی بیدار مغزی اور حاضر جوابی و وسیع معلومات کا اندازہ فرمائیں۔

ماہنامہ " ضیائے حرم" لاہور نے اسی انٹرویو کے متعلق لکھا ہے۔کہ

" ریڈیو اور ٹیلیویژن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی۔جس مہارت اور حذاقت سے انھوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور لاجواب کیا۔ وہ انہی کا حصہ تھا" لیجئے۔ریڈیو ٹی وی پر مناظرہ خود ہی پڑھئے اور لطف اُٹھایئے!

اکثریت:۔

زیدی: آپ نے اپنی تقریر میں پیپلز پارٹی پر ڈھٹائی، بے باکی اور بے دردی کے ساتھ بد عہدی کا الزام لگایا ہے۔ میں اس سلسلہ میں تفصیلات میں جائے بغیر آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا جمہوریت کا پہلا سبق یہ نہیں ہے کہ اکثریت کی رائے کا احترام کیا جائے۔

نورانی: جی ہاں لیکن اکثریت اگر اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اس رائے کی پابند ہوگئی۔اس سمجھوتے کی پابند ہو گئی۔ تو اس سے انحراف

لازمی طور پر نہیں کرنا چاہیئے۔

زبیدی: آپ کی مراد اس آئینی سمجھوتے سے ہے؟

نورانی: یقیناً آئینی سمجھوتے سے ہے۔

زبیدی: اچھا، آپ کا فرمانا ہے کہ اس آئینی سمجھوتے کی پابندی آپ نے توکی اور جہاں تک میں سمجھا ہوں آپ کا یہ بھی تاثر ہے کہ اس سلسلہ میں حزبِ اختلاف کی دوسری جماعتوں نے بھی پابندی ہے اگر کسی نے بدعہدی کی ہے تو وہ اکثریتی پارٹی نے کی ہے۔

نورانی: اس لئے کہ اکثریتی پارٹی نے مسودہ آئین کو آئین ساز کمیٹی میں مرتب کیا اور چونکہ ان کی اکثریت تھی اسی لئے اس کے بنانے والے بھی وہی تھے۔ ہم تو صرف ترمیم دینے کا حق رکھتے تھے تو ظاہر ہے ......

زبیدی: (بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجئے گا۔ اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ کسی ایک پارٹی کو وہاں اکثریت حاصل ہو۔؟ بات کو ذرا آگے بڑھاتے ہوئے آپ سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ اس طرح کی کسی تجویز کو پسند کریں گے کہ آئندہ قومی اسمبلی میں کسی پارٹی کو اتنی اکثریت نہ حاصل ہو جائے کہ جسے ظالمانہ یا اس قسم کے کوئی اور لقب سے یاد کیا جاسکے۔

نورانی: یہ تو ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ کوئی نہ کوئی پارٹی اکثریت سے برسر اقتدار آئے گی۔ سوال اس کا نہیں ہے کہ ہم کسی کو حق دیتے ہیں کہ نہیں یہ تو حق قدرتی طور پر الیکشن میں ووٹ ڈالنے والے افراد ہی دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اکثریتی پارٹی آئین ساز ادارے میں بیٹھ کر آئینی سمجھوتے کی روشنی میں دستور تیار کرنے کی پابند

تھی۔ اُس نے از خود یہ پابندی قبول کی تھی۔

بدعہدی :-

زیدی : جس پارٹی پر آپ بدعہدی کا الزام لگا رہے ہیں۔ وہ یہ کہتی ہے کہ ہم نے پوری طرح اس کی پابندی کی ہے اور اگر کوئی بدعہدی ہوتی ہے تو وہ دوسری جماعت کی طرف سے ہوتی ہے۔

نورانی : اس الزام تراشی کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہر دو فریق ریڈیو، ٹیلی ویژن پر بیٹھ جائیں اور قوم کے سامنے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کہاں بدعہدی کی ہے۔ اگرچہ میں نے اپنی تقریروں میں خود اس کی نشاندہی کی ہے اور اگر آپ اس نشاندہی سے مطمئن نہیں ہوئے تو اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں۔

زیدی : کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے علاوہ آپ کے خیال میں کوئی ادارہ نہیں ہے۔ جہاں آپ جا کر اس بات کا تصفیہ کر سکیں کہ کس نے کتنی پابندی کی ہے۔؟

نورانی : ہاں ایک بہت بڑا با اختیار ادارہ ہے وہ ہے قومی اسمبلی ــــ جب قومی اسمبلی آئین ساز ادارے کی حیثیت سے کام شروع کرے گی تو اس میں یہ بات آجائے گی۔

زیدی : تو اس سے پہلے میرے خیال میں یہ جو باتیں آ رہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نورانی : اس سے پہلے کے لیے ، کیونکہ طریقہ کار یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر سب کو دعوت دی جائے اور ہر ایک کا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش کی جائے، تو ظاہر ہے کہ یہ لمبی ایک طریقہ ہے اس کے علاوہ اب میں اپنی تقریر میں کسی کے متعلق یہ کہہ رہا ہوں کہ اُس نے بدعہدی کی ہے۔ دوسرا اپنی تقریر میں کہہ رہا ہے کہ تم نے کی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دونوں بیٹھ جائیں ایک ساتھ۔

زیدی : (بات کاٹتے ہوئے) بہت بہتر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نورانی : (بات پوری کرتے ہوئے) اور دونوں ساتھ بیٹھ کر بات قوم کے سامنے رکھ دیں۔ قوم خود فیصلہ کرے گی۔

اختلاف رائے

زیدی : اس سلسلہ میں میں آپ کی توجّہ ایک مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں آپ کے علم میں ہوگا کہ "نیپ" جس نے بہرحال اس سمجھوتے پر دستخط کیے تھے، اس نے حال ہی میں کچھ نئے مطالبات پیش کئے ہیں جس میں سے ایک یہ ہے کہ محکموں کی مشترکہ فہرست میں سے ۲۴ محکمے نکال کر صوبوں کی تحویل میں دیئے جائیں اس طرح کچھ دوسرے مسائل ہیں مثلاً کچھ دفعات کو کچھ پارٹیوں نے غیر جمہوری قرار دیا ہے جس پر آپ نے آئینی سمجھوتے میں اتفاق کیا تھا۔ خود آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں فرمایا ہے کہ وزیراعظم کے خلاف عدم

نورانی : (بات کاٹتے ہوئے) معاف کیجئے گا زیدی صاحب! آپ کا سوال بڑا لمبا ہو گیا۔ ۔ ۔ سوال بڑا طویل ہے۔ سوال خود مجھے اس میں سے (چھانٹ کر) نکالنے پڑیں گے۔

زیدی : میں صرف ان تضادات کی طرف آنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اکثریتی پارٹی نے آئینی سمجھوتے سے انحراف کیا ہے جبکہ دوسری تمام پارٹیاں اس کی روح کے ساتھ لفظ لفظ کی پابند ہیں۔ میں آپ کی توجّہ ان تضادات کی طرف دلانا چاہتا تھا جو مختلف پارٹیوں نے آئینی سمجھوتے سے اختلاف رائے کی صورت میں ظاہر کیا ہے جس میں آپ کی پارٹی بھی شامل ہے؟

نورانی : ان تمام پارٹیوں کو جن کے متعلق آپ ذکر فرما رہے ہیں اُن کو بلا لیا جائے

اُن پارٹیوں کے متعلق آپ مجھ سے کیوں دریافت کر رہے ہیں۔ آپ مجھ سے میری پارٹی کے متعلق سوال کریں۔

زبیدی: جی۔ آپ کی پارٹی بھی اس میں شامل ہے ...... آپ نے اپنے ایک اختلافی نوٹ میں فرمایا تھا کہ ......

نورانی: (فوراً بولے) کیا آپ کے خیال میں اختلافی نوٹ لکھنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

زبیدی: بے شک ...... بالکل باقی رہتا ہے۔

نورانی: آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ آئینی سمجھوتے میں کل ۴۵ دفعات ہیں جبکہ دستوری مسودہ میں ۲۸۰ دفعات ہیں تو ظاہر ہے کہ اختلافی نوٹ تو لکھنا ہی پڑے گا۔

زبیدی: میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کہا "بدعہدی انہوں نے کی" لیکن آپ کی پارٹی سرے سے اس ایک دفعہ کے خلاف ہے جس پر آپ نے سمجھوتے پر دستخط کئے تھے اور یہ اختلاف غالباً مسودہ آئین کے آنے سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔

نورانی: کس سلسلہ میں؟

زبیدی: ۲/۳ کی اکثریت والی بات تھی اس پر چند پارٹیوں نے اعتراض کیا کہ یہ غیر جمہوری ہے۔

نورانی: مسودہ آئین کے باہر آنے سے پہلے تو حرف اختلاف کی کوئی بات ہی نہ تھی۔ مسودہ آئین جب زیر بحث تھا اور آئینی سمجھوتے کی جہاں جہاں جس جس شق پر خلاف ورزی ہو رہی تھی تو ظاہر ہے کہ اس پر تو اختلافی نوٹ لکھنا ہی تھا۔ اگر اس کی نشاندہی نہ کی جاتی تو کیسے پتہ چلتا کہ آئینی سمجھوتے سے کہاں کہاں انحراف کیا گیا ہے۔

سمجھوتہ: زبیدی: آپ نے اپنی تقریر میں اس وقت یہ تاثر دینے کی کوشش

بھی کی ہے کہ اگر یہ مسودہ آئین موجودہ شکل میں منظور کر لیا گیا تو یہ چند افراد کا بنایا ہوا آئین ہو گا۔

کیا یہ واقعہ نہیں مولانا صاحب کہ یہ مسودہ آئین جس پارٹی نے تیار کیا ہے اس نے اسمبلی میں غالب اکثریت کے باوجود آئین سازی کے مسئلہ پر اجماع کی ضرورت بھی محسوس کی اور ۲۰ اکتوبر کا سمجھوتہ اس بات کا ثبوت ہے۔؟

نورانی: ۲۰ اکتوبر ۷۲ء کے سمجھوتے میں تمام پارٹیاں شریک تھیں، اب جب کہ اس آئینی سمجھوتے کی خلاف ورزی ہوگی تو اس میں شریک پارٹیاں اس سمجھوتے میں شریک نہ رہیں گی۔ جب اس کی خلاف ورزی ہو گئی تو سمجھوتہ ٹوٹ گیا۔

زیدی: میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس تعبیر کا حق آپ کیسے دیں گے کہ خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں؟

نورانی: اس تعبیر کا حق ہر دو فریق کو دیا جائے گا۔

زیدی: دو فریق سے آپ کی کیا مراد ہے؟

نورانی: معاہدہ کرنے والے یعنی حزب اقتدار اور حزب اختلاف۔

زیدی: ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ آپ مجھ سے صرف میری پارٹی کی بات کریں اور ابھی آپ نے پوری حزب اختلاف کو ایک فریق بنا دیا۔؟

نورانی: ہاں جب سب پارٹیاں اکٹھی ہوں یعنی حزب اختلاف بھی اور حزب اقتدار بھی تو آپ مکمل طور پر سوالات کر سکتے ہیں سبھی سے یعنی حزب اختلاف کے نظریات کیا ہیں، انہوں نے کہاں اختلاف کیا اور کہاں نہیں کیا۔؟

اب آپ جو فرما رہے ہیں کہ کسی ایک پارٹی نے فلاں فلاں جگہ اختلاف کیا ہے تو ظاہر ہے کہ آپ اس پارٹی کو بلا کر دریافت کریں کہ صاحب آپ کے نظریات کیا ہیں؟

مجموعی طور پر سوالات آپ اسی وقت کر سکتے ہیں جب تمام پارٹیاں موجود ہوں ۔ آئینی مسودہ اور سمجھوتے کے لیئے میں نے جمعیت علمار پاکستان سے متعلق جو کچھ بھی عرض کیا ہے اس پر دریافت فرمائیں۔

پریس کانفرنس : زیدی : کچھ تو رائے آپ نے آج ظاہر کی ہے اور کچھ اس سے پہلے بھی آپ اپنی پریس کانفرنس میں سمجھوتے کے سلسلے میں کہہ چکے ہیں ۔ مثلاً ۸ رجنوری ۷۳ء کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ قومی اسمبلی میں جو مسودۂ آئین پیش کیا گیا ہے میری جماعت اُسے صرف اس شرط پر من وعن تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ آئین کی منظوری کے ساتھ ہی ملک میں از سر نو انتخابات کرا دیئے جائیں ۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہوگا کہ آپ کو اصولی طور پر مسودہ آئین سے کوئی اختلاف نہیں، آپ صرف ایک سیاسی شرط کی تکمیل کرانا چاہتے ہیں۔ اگر بات واقعی اصول کی ہوتی تو انتخابات کرانے یا نہ کرانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

نورانی : زیدی صاحب! آپ تو ماشاء اللہ، اخبار سے متعلق رہے ہیں، اخبار میں کسی بھی رہنما کا کوئی بھی سیاسی بیان آتا ہے تو اس سیاسی بیان کی مختلف سرخیاں مختلف اخبار لگاتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے نظریہ کے مطابق، اپنی اپنی فہم کے مطابق اس کی تفسیر کرتا ہے تو یہ بیان کسی صاحب نے اپنے کسی اخبار میں لکھا ہوگا غالباً "ایجاد بندہ" ہی اس کو کہا جا سکتا ہے ـــ میں نے اس قسم کی کوئی شرط نہیں لگائی (تھوڑا تیز مگر نرم لہجہ میں) کون سے اخبار میں آیا ہے اس کا حوالہ دیں ـــ تین چار اخبارات اگر سامنے رکھ کر پڑھے جائیں تب تو ظاہر ہے کہ قابلِ غور ہوتا ہے لیکن ایک اخبار میں اگر ایک بیان ہو اور اس کی ایک ہی سرخی کو لے لیا جائے تو پھر بات صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتی ۔

زبیدی: میں وہ اخبار بھی آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔ ایک پالیسی اسٹیٹمنٹ تھا میں نے آپ کے کسی سرسری بیان سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا تھا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے کوئی تردید اس سلسلہ میں جاری نہیں کی صفحہ اوّل پر سے یہ بیان شروع ہوتا ہے اور یہ صرف ایک سرخی نہیں ہے۔

نورانی: ملک میں متعدد روزنامے شائع ہوتے ہیں اور اُن میں زعما اور سیاسی رہنماؤں کے مختلف بیانات شائع ہوتے ہیں اور تمام ہی اخبارات کے بیانات ظاہر ہے نہیں پڑھے جا سکتے ہیں میرا یہ بیان ملک کے کسی ایک اخبار میں آیا ہوگا۔ دوسرے کسی اخبار میں نہیں ہوگا۔

زبیدی: نہیں سبھی اخباروں میں ہے غالباً۔

نورانی: اگر سب ہی اخبارات میں ہے تو آپ دو یا تین اخبارات ملا کر دکھائیں۔ تب ہی میں بتا سکتا ہوں۔ کم از کم تین اخبارات تو ہونے چاہیئں۔

زبیدی: ویسے میں ایک دفعہ آپ کا بیان پڑھ دوں (اخبار نکالتے ہوئے)

نورانی: نہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ صرف ایک اخبار ہے۔ دو تین اخبارات ہونے چاہیئں۔ آپ نے پریس کانفرنس کا حوالہ دیا ہے۔ کیا پریس کانفرنس صرف ایک ہی اخبار میں چھپی ہے؟

زبیدی: اور اخبارات میں بھی ہے لیکن میں پورا پلندہ نہیں لا سکتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ آپ شاید اسے ہی کافی سمجھیں۔

نورانی: دیکھئے۔ میرا آپ سے عرض کروں کہ تمام اخبارات یہاں موجود نہیں

دوران کی تمام سرخیوں کا تقابل اور موازنہ نہ کیا جائے تب تک اس بیان کی روح سمجھ میں نہیں

زبیدی : میں نے آپ سے سرخی کا ذکر نہیں کیا تھا پورے متن کا ذکر کیا تھا

نورانی : پریس کانفرنس صرف ایک اخبار میں آئی ہوگی دوسرے کسی میں نہیں ہوگی ۔

زبیدی : آپکی پریس کانفرنس میں کیا صرف ایک ہی آدمی ہوتا ہے ۔ ؟

نورانی امیری پریس کانفرنس میں متعدد افراد ہوتے ہیں لیکن چونکہ ایک ہی اخبار کا حوالہ دیے رہے ہیں اس لیے اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس پریس کانفرنس میں صرف ایک ہی صاحب تھے (ہنستے ہوئے) اور انھوں نے اپنی فکر اور اپنے خیالات کی ترجمانی کی ہے انھوں نے یہی سمجھا ہوگا اور میں ان کی سمجھ پر پابندی نہیں لگا سکتا ۔ جو چاہیں سمجھیں ۔

پابندی مشورہ : **زبیدی** : مولانا صاحب ! جہاں تک مجھے علم ہے قومی اسمبلی کے ۱۵۰ کے ایوان میں آپ کی جماعت یعنی جمعیت علماء پاکستان کے اراکین کی تعداد تقریباً ۱۶ ہے ۔

نورانی ۔ تقریباً سات ہے (طنز کرتے ہوئے)

زبیدی : تقریباً سات ۔ بہرحال یہ تمام ارکان دو صوبوں سندھ اور پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان دو صوبوں کے ۱۰۰ کے لگ بھگ ارکان اسمبلی آپ کی پارٹی کے مشوروں پر عمل کریں ۔

نورانی : میں تو نہیں چاہتا کہ میری پارٹی کے سات ارکان کے مشورے پر عمل کیا جائے میں نے اپنے کسی بیان میں نہیں کہا ۔

زبیدی : اس سے پہلے چونکہ جمہوری اصول کی بات ہو چکی تھی اور یہ اس فیڈریشن کے دو پوائنٹ ایسے ہیں جس میں جس پارٹی کو آپ اکثریتی پارٹی کہتے ہیں، اس کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔

نورانی : دیکھئے صاحب غلط مبحث ہو جاتا ہے۔ یہاں اس وقت یہ سوال نہیں ہے کہ ہماری رائے کو قبول کیا جائے یا ہمارے مشورے کی پابندی کی جائے۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ ایک آئینی سمجھوتہ ہوا۔ اس سمجھوتے پر دستخط کرنے والی جماعتوں نے کس حد تک پابندی کی ہے۔

زبیدی : اس سے پہلے آپ نے اپنے ایک بیان میں اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو یہ فرمایا تھا کہ پیپلز پارٹی کو چاہیئے کہ وہ نیپ سے کوئی نہ کوئی مفاہمت کرے

نورانی : میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ آئینی سمجھوتے کی حد تک محدود رہیں اور میرے پریس کے بیانات اگر آپ نکالنا شروع کر دیں گے، تو غالباً گفتگو سے جو سلسلہ شروع ہوگا وہ سلسلہ لامتناہی ہوگا۔ اور پتہ نہیں بات کہاں تک پہنچے گی۔

زبیدی : میں صرف وہ بیانات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا جو آئینی سمجھوتے سے متعلق ہیں۔

نورانی۔ بہرحال میں نے ابھی ۴۶ منٹ تک مسلسل آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں تقریر کی تھی۔ اس سلسلہ میں جو چاہیں پوچھ لیں۔

زبیدی : یہ بڑی اہم بات تھی اور آئینی سمجھوتے کے سلسلہ میں جس میں آپ نے اپنی پارٹی کو اتنی اہمیت نہیں دی ہے اور کہا ہے کہ نیپ

سے مسے سمجھوتہ کرنا ہوگا۔ اس لئے ۔ ۔ ۔ ۔

نورانی (بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئے) میں نے کہا! کب کہا!

(طنز یہ انداز میں) کسی ایک ہی اخبار میں کہا ہوگا۔ دیکھئے بیان اگر متفقہ طور پر تمام اخبارات میں ایسی ایک مضمون کا آئے تب تو بات ہے ورنہ ۔ ۔ ۔ ۔

اپوزیشن کا اتفاق:۔ زیدی: اچھا جی وہ بات ختم ہوگئی۔ میں اب اسی تقریر کا ذکر کروں گا جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ افہام و تفہیم سے کام لے کر متفقہ فارمولے کی ضرورت ہے تو آپ مجھے یہ بتا سکیں گے کہ خود حزب اختلاف کتنے معاملات میں متفق ہے اور اگر حزب اختلاف پر ہی چھوڑتے ہوئے اکثریتی پارٹی اپنے آپ کو آئین سازی کے معاملات سے الگ کرلے تو کیا حزب اختلاف کوئی متفقہ فارمولا تلاش کرسکتی ہے؟

نورانی: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حزب اختلاف کن باتوں پر متفق ہے تو آئینی سمجھوتہ اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ حزب اختلاف میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور وہ متفق تھی۔ آئینی سمجھوتے سے سب ہی نے اتفاق کیا تھا اور حزب اختلاف میں کوئی بھی اختلاف نہیں تھا۔

زیدی:۔ کیا اب بھی نہیں ہے؟

نورانی:۔ یہ تو آئینی سمجھوتے کی بات ہو رہی ہے نا۔!

زیدی: جی آئینی سمجھوتہ ہی کے سلسلہ میں پوچھ رہا ہوں۔

نورانی: ظاہر ہے کہ حزب اختلاف کی جماعتیں متفقہ طور پر اس بات پر حزب اقتدار کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں کہ اس نے بدعہدی کی۔ اس نے اپنے

مواعید سے انکار کیا اور آئینی سمجھوتے میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا تھا اس کو من و عن مسودہ آئین میں شامل نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب اختلاف یہاں بھی متفق ہے۔ آئینی سمجھوتے کے وقت بھی متفق تھی اور اب بھی متفق ہے۔

تحویلِ جائداد۔ زبیدی: جی ہاں! تقریر میں تو ایسا ہی نظر آتا ہے۔ کہ سب بڑے متفق ہیں لیکن میں آپ کی توجہ مسودہ آئین اور آئینی سمجھوتے کی ایک شق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مسودہ آئین میں جو جائیداد کو بلا معاوضہ تحویل میں لینے کے سلسلہ میں قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ کو دیا گیا ہے آپ کی جماعت کا موقف اس سلسلہ میں کیا ہے؟

نورانی: میری جماعت کا موقف بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ جائداد جو غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی ہو یا وہ دولت جو غیر قانونی ذرائع سے جمع کی گئی ہو، اس کو ضبط کر لیا جائے۔

زبیدی: لیکن آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی اور اس کے بجائے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جائداد کی ضبطی سے متعلق پورا آرٹیکل حذف کر دیا جائے۔

نورانی: آرٹیکل کو اس لیئے حذف کر لیا جائے کہ اس آرٹیکل میں حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر قسم کی جائداد کو ضبط کر لے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایسی شق ہو کہ ہر وہ جائداد جو خلاف قانون، غیر آئینی ذرائع اور حرام روزی سے جمع کی گئی ہو ضبط کر لی جائے اور حلال روزی سے کمائی گئی جائداد کو باقی رہنا چاہیئے۔

زبیدی: صاحب۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔

اگر آپ یہ فرما دیتے کہ ان چیزوں سے تو ہم متفق ہیں لیکن ان سے نہیں ہیں۔

نورانی : اختلافی نوٹ میں اتنی زیادہ تفصیل دینے کی ضرورت نہیں تھی، ہم نے اس دفعہ سے اس لیئے اختلاف کیا کہ اس دفعہ میں وہ تمام لوگ خواہ ان کی آمدنی حلال ہو خواہ حرام کیسی بھی ہو، سب کو ایک لکڑی سے ہانکا گیا ہے۔ ــــــــــ

ــــــــــ اس لیئے ہم نے اس دفعہ سے اختلاف کیا اور کہا یہ دفعہ اس طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔ دستور پر جب بحث شروع ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسمبلی میں اس میں ترمیم آئے گی اور پھر آپ اس کو ملاحظہ فرمایئے گا۔

آئین ۱۹۵۶ء۔ زیدی : لیکن اس میں جو دوسری دفعات ہیں ایک میں تو ملکیت کی حد مقرر کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی جائیداد کو قبضے میں لینے کا حق دیا گیا ہے باقی جو چیزیں ہیں مثلاً یہ کہ حکومت کوئی املاک جبری طور پر حاصل کرسکتی ہے یا ایسی جائیداد کو تحویل میں لے سکتی ہے جو انسانی زندگی، املاک یا صحت کے لیئے خطرہ ہو یا جن کے تحت حکومت ایک خاص مدت کے لیئے کسی جائیداد کے نظم و نسق کو اپنی تحویل میں لے سکتی ہے یہ تو ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی شامل تھا۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملہ میں کوئی بڑا انحراف کیا گیا ہے۔

نورانی : آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی یہ سب کچھ شامل ہے اس لیئے یہاں بھی ہونا چاہیئے۔

زبیدی : یہ میں نے نہیں کہا، میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک نئے ماحول میں ۵۶ رکے آئین کی تزئین پہ زور سفارشوں کی جارہی تھی کہ کسی طرح سے نافذ کر دیا جائے۔ مختلف جماعتوں کے طرف سے۔

نورانی : بہر حال میری جماعت اس میں شریک نہیں تھی۔

زبیدی : آپ سے متفق ہونے والی کچھ جماعتیں تو شریک تھیں۔

نورانی : ٹھیک ہے ہوں گی۔ مگر یہ آپ اُن سے ہی دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ کیوں متفق تھیں اور کیوں نہیں تھیں۔

انتخابات۔ زبیدی : اچھا صاحب! ابھی حزب اختلاف کی بات ہو رہی تھی کہ حزب اختلاف میں کئی معاملات میں کس حد تک اختلاف ہے، آپ نے آئین کی منظوری کے بعد انتخابات کو سب سے بڑا مسئلہ قرار دیا ہے اور اس کا تذکرہ آپ نے اختلافی نوٹ میں اور تقریر میں بھی کیا ہے جب کہ نیپ اور جمعیت علمائے اسلام اس کے حق میں نہیں ہیں تو حزب اختلاف میں اس بارے میں اتفاق رائے کیونکر ہوگا۔

نورانی : یہ بات ابھی ابتدائی مرحلے سے گذر رہی ہے جوں جوں وقت گذرتا جائے گا اور دستور تیار ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ پورا ملک اس بات کا مطالبہ کرے گا کہ نئے انتخابات کرائے جائیں۔

زبیدی : بہر حال آئینی سمجھوتے سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

نورانی : آئینی سمجھوتے سے بڑا خاص تعلق ہے۔

زبیدی : آپ فرماتے ہیں؟

نورانی : آئینی سمجھوتہ کہتا ہے میں نہیں کہتا۔

زبیدی : آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والوں میں مولانا مفتی محمود، جناب غوث بخش بزنجو اور شیر باز مزاری بھی شامل تھے مگر ان تمام حضرات نے اس مطالبہ سے اختلاف کیا ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حزب اختلاف اس معاملے میں بھی پوری طرح متفق نہیں ہے۔

نورانی : دیکھیے! میں ایک بات عرض کردوں۔ ہر شخص کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہ انتخاب نہ چاہتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ٹھیک ہے پہلے دستور تو بنا دیں یہ ایک مقصد ہوا کرتا ہے اور بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کا باقاعدہ ایک منظم پروگرام ہے۔ ان کی وسعت نظر ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کے حالات کا تقاضہ کیا ہے وہ اس وقت کے کہنے کی بعض باتیں بھی کہہ دیتے ہیں اور مستقبل کے کہنے کی بعض باتیں بھی اور بعض جماعتیں ایسی ہیں۔ جو اس وقت کے کہنے کی باتیں اس وقت کہتی ہیں اور مستقبل کی باتیں اپنے ذہنوں میں محفوظ رکھتی ہیں ظاہر ہے وہ آگے چل کر ظاہر کردیں گی سیاست میں عام طور پر یہی ہوتا ہے۔

زبیدی : تو پھر یہ ہیر پھیر!!

نورانی : اس کو آپ ہیر پھیر یا اختلاف نہ کہیں۔ اس کو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ بعض سیاستدان اپنے بعض پروگراموں کو ایک مقررہ وقت کے لیے اپنے ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں اور اس کو مناسب وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ظاہر کرتے ہیں اور بعض حضرات اپنے پروگرام پہلے ہی سے ظاہر کردیتے ہیں تاکہ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے قوم کو ابھی سے تیار کرلیا جائے۔

زبیدی : مطلب یہ ہوا کہ یہ سیاسی چال ہے

نورانی : آپ اسے سیاسی چال نہیں کہیں گے۔ یہ تو سیاسی حکمت عملی ہے اور

سیاسی تدبر، یعنی آپ کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ وہ جماعتیں جو ابھی سے انتخاب کا مطالبہ کر رہی ہیں ان کی حال پر بھی نظر ہے اور مستقبل پر بھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملکی حالات کا تقاضا ہے کہ نئے انتخابات اس آئینی سمجھوتے کے مطابق ہونے چاہئیں اس لئے کہ آئینی سمجھوتے میں دو سو اراکین کی اسمبلی طے کی گئی ہے جبکہ دو سو کی اسمبلی مقرر کی گئی ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیئے لیکن ٹرکی جائے گی ۵ سال بعد تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئین پر عملدرآمد ۵ سال بعد ہوگا۔ جبکہ آئینی سمجھوتے میں یہ نہیں لکھا۔ تو کیا یہ سمجھوتے سے انحراف نہیں ہے ؟

زبیدی : انحراف آپ فرما رہے ہیں۔ دوسری جماعتیں اسے انحراف نہیں سمجھ رہی ہیں۔

نورانی : ممکن ہے دوسری جماعتیں نہ سمجھ رہی ہوں۔ بہر حال یہ آپ کا خیال ہے۔

زبیدی : اور جب آپ حال اور مستقبل پر نظر رکھنے کی بات کہہ رہے ہیں میں سمجھ رہا ہوں کہ اس سے بہر حال اس قوم کو تو بہت زیادہ خوشی نہیں ہو رہی۔

نورانی : قوم کو بڑی خوشی ہوگی۔ قوم کو ایسے سیاسی رہنماؤں کی ضرورت ہے جن کی حال پر بھی نظر ہو اور مستقبل پر بھی، جو ماضی سے سبق لیں۔

اسلامی دفعات ۔

زبیدی : اسی سلسلے میں، میں آپ سے اسلامی دفعات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مسودہ آئین میں شامل اسلامی دفعات کو زیادہ موثر بنانا چاہتے ہیں جب کہ نیپ اس پہلو کو زیادہ لائق توجہ نہیں سمجھتی۔

نورانی : میرے خیال میں نیپ نے اس آئینی سمجھوتے پر دستخط کیے ہیں،

انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ انہوں نے اتفاق کیا ہے کہ اسلام کو ایک مؤثر اور فعال قوت کی حیثیت سے اس ملک میں نافذ کیا جائے۔

زبیدی: یہ میں نے سوال کیا تھا ان سے۔

نورانی: انھوں نے آئینی سمجھوتے سے اتفاق کیا ہے۔

زبیدی: مسودہ آئین میں جو کچھ دفعات شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کا یہ کہنا کہ یہ سمجھوتے سے انحراف ہے اور اس میں سمجھوتے کی روح مسخ کر دی گئی ہے جب کہ نیپ جو بعض دوسرے معاملات پر متفق نہیں ہے وہ اپنے طرزِ عمل سے ثابت کرتی ہے کہ ٹھیک ہے۔ میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کس کس کو اور کس کس طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ کے خیال میں مسودہ آئین یا کسی آئین کی منظوری کے لئے صدفی صد اتفاق رائے ضروری ہے اور یہ ممکن ہے؟

نورانی: کس کو، کہاں اور کس طریقہ پر متفق کیا جائے اس کی ضرورت نہیں۔ ۱۷ صفحہ کا جو آئینی سمجھوتہ ہے اور اس میں جس قدر دفعات ہیں اس کی ایک ایک دفعہ پر عمل کر لیا جائے۔ سارا اختلاف یہی ہے کہ آئینی سمجھوتے پر عمل نہیں ہو رہا۔ آئینی سمجھوتے میں کل ۵۴ دفعات ہیں ان پر اتفاق کر لیا جائے بس اس کی روح برقرار رہے گی۔

قومی اسمبلی۔ زبیدی: میں نے عرض کیا ہے کہ آئینی سمجھوتہ پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک جماعت اس سے مطمئن ہے وہ کہتی ہے کہ اس پر عمل

ہوا ہے جب اختلاف رائے کی یہی بات رہی تو اس کی تشریح و تعبیر کا اختیار قومی اسمبلی کو دے دینا چاہیئے کہ اس پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔

نورانی: قومی اسمبلی کو اختیار دیا جائے گا لیکن چونکہ اس سے قبل ہی مباحثہ شروع ہو گیا ہے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کا آغاز ہو گیا ہے اور اسی لئے آپ کو ضرورت بھی پیش آئی کہ یہاں سب کو دعوت دی جائے تاکہ ہر پارٹی اپنا نقطۂ نظر بیان کرے، عوام کو اس سے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس نے اور کس کس مقام پر بدعہدی کی ہے اور جہاں تک قومی اسمبلی کا تعلق ہے تو وہاں ہر جماعت اپنے VIEWS (نظریات) کو ظاہر کرے گی۔

زیدی: مسودۂ آئین پر ان دنوں بے شمار ایسے اعتراضات بھی اٹھائے جا رہے ہیں جن کا اس سے پہلے کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ آئینی سمجھوتے اور اس کے مندرجات سے بھی انکار کا کوئی تعلق نہیں۔ کیا آپ کے خیال میں یہ طریقہ کار مناسب ہے اور کیا آئین اسمبلی کے باہر ہی مرتب ہو جانا چاہیئے؟

نورانی: تمام آئین تو ظاہر ہے اسمبلی کے باہر مرتب ہو ہی نہیں سکتا یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ آئین کے لئے چند رہنما اصول یا ایسی باتیں جو انتہائی اہم ہیں اور جن کے متعلق امکان ہے کہ وہاں اختلافی نقطۂ نظر ہو گا۔ اتفاق کر لیا جائے تو بہت اچھا ہے۔

مفتی محمود:

زیدی: مولانا صاحب آپ نے مسودہ آئین پر جو اختلافی نوٹ لکھا تھا اس پر JUI کے مولانا مفتی محمود نے بھی دستخط کئے تھے لیکن انھوں نے آپ کے نوٹ کے پیراگراف ۸، ۱۲، ۱۴ اور ۱۵ سے اتفاق نہیں کیا تھا آپ وضاحت

فرمائیں گے کہ اس کا سبب کیا تھا۔؟

نورانی: یہ تو آپ انہی سے دریافت فرمائیے گا۔

زیدی: جب ایک مشترکہ دستاویز لکھی جاتی ہے اور اس پر دو آدمی دستخط کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ میں یہاں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ تو کوئی تو بات ہوئی ہوگی۔؟

نورانی: چونکہ یہاں وہ بھی تشریف لانے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے انھیں دعوت دی ہوگی تو ان سے آپ دریافت فرمالیجئے گا۔ وہ اچھی طرح اس کی وضاحت کرسکیں گے۔

زیدی: تو اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ یہ سمجھوتہ ان باتوں کے لئے کیا گیا تھا کہ (۱) ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام قائم کیا جائے (۲) صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے۔

نورانی: اسلام کو اس ملک میں بالادستی حاصل ہو، نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رائج کیا جائے۔

زیدی: اور جمہوری اداروں کے فروغ کا اہتمام کیا جائے۔

نورانی: (مزید وضاحت کرتے ہوئے) عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے۔

زیدی: تو اگر میں کہوں کہ سمجھوتے کی پوری طرح پابندی کی گئی ہے۔ صرف تفصیلات میں اختلاف ہوسکتا ہے اور اس کے لئے صریح بدعہدی یا صریح وعدے سے مکرنے کا الزام لگانا کچھ زیبا دیتی ہے تو اس بارے میں آپ کی

کیا رائے ہے۔

نورانی: سب سے بڑی شکایت تو یہی ہے کہ اگر کہیں تفصیلات میں اختلاف ہوتا تو بدعہدی کا الزام نہیں لگ سکتا تھا۔ یہاں سب سے زیادہ رونا تو اس بات کا ہے کہ حکمران جماعت نے جو بنیادی اصول طے کئے تھے ان سے انحراف کیا ہے تعبیر و تشریح سے اختلاف نہیں کیا۔ سب سے زیادہ دکھ کی بات یہی ہے اور بدعہدی کا الزام اسی لئے لگایا گیا ہے کہ یہاں طے شدہ بنیادی اصولوں سے انحراف کیا گیا ہے۔ تعبیر و تشریح کا اختلاف تو ہمیشہ ہی چلتا رہے گا عدالت میں۔

طریقۂ انتخاب

زیدی: آپ نے اپنے اختلافی نوٹ میں جداگانہ انتخاب کو ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ واقعی بنیادی مسئلہ تھا تو آپ نے اسے سمجھوتے میں شامل کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا۔

نورانی: دیکھئے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو آئینی سمجھوتے میں شامل نہیں ہیں لیکن دستور کا مسودہ تیار کرنے کے وقت ۲۸۰ دفعات اسی لئے بنی ہیں کہ بہت سی چیزیں جو وہاں شامل نہیں ہوئیں یہاں ہو گئیں۔ یہی بات ہم دوسری طرح سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ آئینی سمجھوتے میں تو صرف ۴۵ دفعات تھیں پھر ۲۸۰ آپ نے کیسے کر دیں۔

گھنٹہ گھر

زیدی: دیکھئے صاحب، نظام حکومت کی بات ہے اس میں ایک

صدارتی نظام ہوتا ہے دوسرا وفاقی پارلیمانی کیا مسودہ آئین پارلیمانی نظام پر مبنی ہے؟ تفصیلات سے قطع نظر۔

نورانی: زیدی صاحب میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں (مسودہ دستور کا) پارلیمانی نظام اس قسم کا ہے کہ شاید اس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہ ملے اس لئے کہ اس پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم کی ذات کو اتنا عظیم بنا کر رکھ دیا گیا ہے کہ اس کے گرد پورا پاکستان گھومتا ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اس کی ذات ایسا محور ہے کہ گھوم پھر کر سب وہیں پہنچ جاتے ہیں۔ یا اگر ایک گھنٹہ گھر بنا دیا جائے جیسا کہ لائلپور شہر کے بیچ میں ہے آپ کسی بھی راستے سے نکلتے ہوئے چلے جائیں گھنٹہ گھر پر پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح اس دستور میں وزیر اعظم کو ایک گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے اور گھوم پھر کر ساری مشینری خواہ وہ عدلیہ ہو۔ انتظامیہ کی ہو۔ صدارت کی ہو۔ پارلیمنٹ کی ہو۔ اسمبلی کی ہو یا ٹریبونلس کی سب گھوم کر یہی طرف آ جاتی ہے۔ جو اصل میں پارلیمانی روح کے منافی ہے۔

زیدی: ملک میں آخر کسی کو تو تمام معاملات میں انتظامیہ کا سربراہ بنانا ہوگا۔ اور وہ عوام کا منتخب نمائندہ بھی ہوگا، تو مرکزیت پیدا کرنے کے لئے آپ کوئی تو ایک علامت اس میں رکھیں گے وہ کون ہونا چاہیئے؟

نورانی: پارلیمانی نظام میں عام طور پر مرکزیت کی علامت صدر ہوا کرتا ہے اور انتظامیہ کے اختیارات وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، عدلیہ آزاد ہوتی ہے اور الیکشن کمیشن اپنی جگہ آزاد ہوتا ہے۔ وزیر اعظم کا عدلیہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا یعنی وزیر اعظم بھی عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ انتظامیہ

کو عدلیہ پر ہرگز بالادستی حاصل نہیں ہوتی اور ان تمام فنکشن کی نگرانی کے لئے۔

زیدی: (بات کاٹتے ہوئے) میں آپ سے یہی پوچھنا چاہوں گا کہ صاحب اس میں انتظامیہ کو کہاں بالادستی دی گئی ہے۔ عدلیہ پر یا الیکشن کمیشن پر؟

نورانی: جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے انتخاب کے بعد اگر سپریم کورٹ میں کسی قسم کی بدعنوانی ہوتی ہے، تو سپریم جوڈیشنل کونسل "SUPREME JUDICIAL COUNCIL" کے بجائے پارلیمنٹ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ بحث ومباحثہ کے بعد کثرت رائے سے عدلیہ کے کسی بھی رکن کو نکال سکتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ عدلیہ ایک سیاسی جماعت کے ماتحت ہوگئی جس کو کہ اکثریت حاصل ہے۔

پابند صدر:

زیدی: میں آپ سے بڑے ادب سے عرض کروں گا یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کو اس طرح کا حق دیا گیا ہے اس سے پہلے ہمارے یہاں ۵۶ء کے آئین میں بھی یہی گنجائش موجود تھی اس سلسلہ میں متعلقہ دفعہ سے متعلق مسودہ آئین کے آرٹیکل ۱۷۷ میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر ان تین ناموں میں سے کرے گا جن کی سفارش چیف جسٹس کرے گا۔ گویا یہ اختیار بھی چیف جسٹس کو حاصل ہے ۵۶ء کے آرٹیکل ۱۴۹ میں ہے کہ چیف جسٹس کا تقرر صدر کرے گا اور باقی ججوں کا تقرر صدر

چیف جسٹس کے مشورے سے کرے گا یعنی ۵۶ء کے آئین میں صدر کو مشورہ قبول کرنے کا پابند نہیں بنایا گیا تھا جب کہ موجودہ مسودہ آئین میں چیف جسٹس جو تین نام دے گا انھیں میں سے ایک کو صدر منتخب کرے گا۔ یہ تو تقرر کی بات ہو گئی۔ جہاں تک علیحدگی کا سوال ہے آپ کا کہنا ہے کہ اس طرح سیاست داخل۔

نورانی: زیدی صاحب کے سوال کو طول دینے سے روکتے ہوئے) پہلے سوال کا جواب دے دوں پھر آپ کا دوسرا سوال آئے گا۔ عدلیہ کے سلسلے میں آپ نے جو پہلی بات کہی ہے کہ صدر عدلیہ کے سربراہ کو مقرر کرے گا۔ اور وزیر اعظم کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو محترم یہ صدر کی صوابدید (DISCRETION) پر نہیں ہے کیونکہ صدر کو اصل میں مکمل طور پر وزیر اعظم کا پابند بنا دیا گیا ہے۔

زیدی: وہ تو آپ ہی نے بنایا ہے آئینی سمجھوتے میں کہا گیا ہے کہ صدر مکمل طور پر پابند ہو گا۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا پس منظر کیا تھا اور آپ نے کیوں ایسا کیا۔ البتہ میں یہ تصوّر کر سکتا ہوں کہ اس سے پہلے اس ملک میں جمہوری اداروں کے ساتھ صدر یا گورنر جنرل جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ دفعات رکھنی ضروری سمجھی ہیں تاکہ عوام کے براہ راست منتخب نمائندوں کو زیادہ با اختیار بنایا جائے اب آپ کو اسی پر اعتراض ہے؟

نورانی: مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ آپ جب یہ فرما رہے ہیں

تو ساتھ ساتھ اس شق پر بھی نظر رکھیں کہ جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے اس پر وزیراعظم کو بالادستی حاصل نہیں ہوگی اس میں کوئی شک نہیں کہ صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہوگا لیکن آئینی سمجھتے ہیں عدلیہ کی بالادستی والی شق بھی اس کے ساتھ ساتھ الگ رکھی گئی ہے۔

"THE JUDICIORY ELECTION COMMISSION SHALL BE INDEPENDENT OF THE EXECTIVE."

"آپ نے غور کیا! اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وزیراعظم اس سلسلہ میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔" صدر اپنی صوابدید پر ججوں کا تقرر کرے گا اور الیکشن کمیشن بنائے گا۔

زبیدی :۔ آپ متعلقہ دفعہ میں صرف اپنی صوابدید کے مطابق پڑھانا چاہتے ہیں کہ صدر اپنی صوابدید پر۔

آزاد عدلیہ:۔ نورانی : صدر اپنی صوابدید پر اپنی رائے اور اپنے اختیارات کو استعمال کرے جیسا کہ آئینی سمجھتے ہیں کہا گیا ہے ـــــ عدلیہ اور الیکشن کمیشن کی آزادی برقرار رکھنے کی صورت یہ ہے کہ ان کا تقرر براہِ راست صدر اپنے اختیارات خصوصی سے کرے گا جب کہ یہاں وزیراعظم کے تحت کر دیا گیا ہے۔

زبیدی : اس میں جو الفاظ ہیں وہ تو صدر کے تحت ہیں اور آپ اس کو (INTERPRET) (توضیح) کر رہے ہیں۔ چونکہ آئینی سمجھتے ہیں صدر

وزیر اعظم کے مشورے کا پابند ہو گا۔ اس لیے یہاں میں علیحدگی والی شق آپ کے سامنے پڑھنا چاہتا ہوں۔ ۵۶ ر کے آئین میں ہائیکورٹ کا جج اس بناء پر الگ کیا جا سکتا ہے کہ سپریم کورٹ صدر کے استفسار پر کسی جج کے بارے میں برے رویہ یا ذہنی یا جسمانی معذوری کی بناء پر اسے علیحدگی کا مستحق قرار دیدے۔ اسی طرح آرٹیکل ۱۵۱ میں کہا گیا ہے کہ سپریم کورٹ کا جج صدر کے حکم سے الگ کیا جا سکے گا۔ بشرطیکہ قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت اس سے درخواست کرے اور موجودہ ارکان کی ۲/۳ تعداد اس کے حق میں ووٹ دے تو یہ نئی دفعہ نہیں ہے موجودہ مسودہ آئین میں فرق یہ ہے کہ سپریم جوڈیشنل کونسل صدر یا ......

نورانی : یہ آپ ۵۶ ر کے آئین کا حوالہ دے رہے ہیں۔ میں ۲۷ ر کا حوالہ دینا شروع کر دوں گا اگر آپ تمام وساتیر کا مطالعہ کریں جو اس ۲۵ سال کے عرصہ میں اس ملک میں بنتے رہے اور بگڑتے رہے، تو ان میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عدلیہ کے اختیارات کو مسلسل ہر دستور میں کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس دستور میں خاص طور سے کی گئی ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ موجودہ مسودہ آئین میں منسٹریٹر اور ٹربیونل پر عدلیہ کو بالکل اختیار ہی نہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے کہ عدلیہ کو پاکستان میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کا اختیار ہی نہیں۔

COURTS اور JUDICIAL COURTS پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتی۔

زبیدہ : میں اگر یہ عرض کروں کہ ایڈمنسٹریٹر کورٹس اور ٹربیونل

جو ہیں وہ ہماری عدلیہ ہی کا حصّہ ہیں تو ۔۔۔۔؟

نورانی :۔ ٹریبونل اور ایڈمنسٹریٹر کورٹس عدلیہ ہی کا ایک حصّہ ہیں!! بہت خوب!! اگر عدلیہ ہی کا ایک حصّہ ہیں تو عدلیہ کا ایک حصّہ تو ہائی کورٹ بھی ہے لیکن ہائیکورٹ میں اگر کسی کے خلاف کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس کی اپیل سپریم کورٹ میں ہو سکتی ہے لیکن یہاں (یعنی ایڈمنسٹریٹر کورٹس اور ٹربیونل) کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا حق ہی نہیں دیا گیا ۔ مطلب یہی ہوا کہ یہ عدلیہ سے باہر ہے۔

زیدی : یہ تو خاص مقاصد کے لیے قائم کی جائیں گی اور اس میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ معاملات کے جلد تصفیہ کے لیے شائد۔۔۔

نورانی : جس مقصد کے لیے بھی قائم کی جائیں اس کو سپریم کورٹ کے ماتحت ہونا چاہیے کسی بھی شہری کو اس بات کا حق ہے کہ اگر کسی عدالت نے اس کے خلاف کوئی فیصلہ دیا ہے اور اس فیصلہ سے مطمئن نہیں ہے تو عدالتِ عالیہ سے مطمئن نہیں ہے تو عدالت عظمیٰ میں اپیل کرے دونوں اعلیٰ عدالتوں میں سے کسی جگہ تو اپیل کا حق دینا چاہیئے تاکہ وہ مطمئن ہو سکے۔

اسلامی کونسل :۔

زیدی : بہت بہتر جناب

اچھا اسلامی نظریات کی کونسل کا آپ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بالکل غیر مؤثر ادارہ ہے، میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا دستور کی آرٹیکل ۲۲۷ پارلیمنٹ کو پابند نہیں کرتی کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے

منافی نہیں بنایا جائے گا... تمام موجودہ قوانین کو اسلامی تعلیمات کے ڈھانچے میں ڈھالا جائے گا۔ جب کہ یہ آرٹیکل پابند کرتی ہے تو پھر آپ نے اسلامی دفعات کو غیر مؤثر کیوں کہا ہے؟ اور کیا یہ دفعہ اس کی ضمانت نہیں دیتی؟

نورانی: آئینی سمجھوتے کی یہ دفعہ تو ضمانت دیتی ہے لیکن اگر آپ مسودہ دستور دیکھیں تو اس میں ضمانت نہیں ملتی۔

زبیدی: میرا تو خیال ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو دیکھا ہے۔

نورانی: اور اچھی طرح سے پڑھ لیجیے اور آپ دیکھئے ایک طرف تو لکھا ہے کہ۔

ALL EXISTING LAWS SHALL BE BROUGHT IN CONFORMITY WITH THE INJUCTION OF ISLAM AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN AND SUNAH. IN THIS PART REFER TO THAT INJUCTION OF ISLAM AND NOW HOW SHALL BE ENECTED WHICH IS REPUGNANT TO SUCH INFECTION."

اور یہ گارنٹی دی گئی ہے کہ مگر آگے چل کر دیکھیں کہ وہاں گورنر، وزیر اعظم اور صدر مملکت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جس قانون کو چاہیں کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی کو REFER کر دیں مگر اس درمیانی مدت میں جب کہ اس قانون کو پاس کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہو تو بغیر اسلامک کونسل کے فیصلے کا انتظار کئے ہوئے اس کو نافذ کر سکتے ہیں۔ اس طرح خلافِ اسلام قانون کو نافذ کر دیا گیا۔ گویا

ایک طرف ضمانت دی گئی ہے مگر دوسری طرف دوسرے ہی ہاتھ سے واپس بھی لے لی گئی ہے۔ آپ اس کی پوری دفعات کو پڑھیں۔

زبیدی: جو میں نے پوری دفعات پڑھی ہیں اس میں تو یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ آپ قرآن وسنت کے منافی قوانین کو عدالت میں چیلنج نہیں کر سکیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں ایک طریقہ کار طے کیا گیا ہے جو اسلامی نظریہ کی کونسل کو REFER کرنے سے متعلق ہے اس کے لئے آئینی سمجھوتے میں آپ نے خود ہی شرط رکھی تھی کہ ایک کونسل بنائی جائے گی جو مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے میں مدد دینے کے لئے مناسب اقدامات کرے گی۔ اس کے علاوہ آرٹیکل ۲۲۷ بھی ایک مؤثر ضمانت ہے۔

نورانی: ذرا غور فرمایئے آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کی تردید خود بخود ہو جاتی ہے۔

"WHERE OF A PARLIAMENT A PROVINCIAL ASSEMBLY THE PRESIDENT OR THE GOVERNOR, AS THE CASE MAY BE CONSIDER, THAT IN THE PUBLIC INTREST THE MAKING OF THE PROPOSED LAW, IN REACTION TO WHICH A QUESTION AROSE, SHOULD NOT BE POSTPONED UNDER THE ADVICE OF THE ISLAMIC CON IS FURNISHED THE LAW MAY BE MADE BEFORE THE ADVICE I FURNISHED.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون کتاب وسنت کے خلاف بنا دیا جائے گا۔

زبیدی: اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے۔

نورانی: BEFORE THE ADVICE IS FURNISHED

کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی نظریہ کونسل کی تحریری اجازت آنے سے پہلے کوئی قانون خواہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہو بنا دیں گے۔

زبیدی: قرآن وسنت کے منافی قانون بنانے کی کہیں بات نہیں کی گئی صرف URGENCY کی بات ہے۔

نورانی: اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ URGENCY، میں خلاف کتاب وسنت قانون بنائے جا سکتے ہیں یہ تو اور بھی بد تر بات ہو گئی۔

زبیدی: ابھی یہ طے ہی کہاں ہوا کہ یہ قرآن وسنت کے منافی ہے

نورانی: اسلامی نظریہ کونسل کو REFER کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شک تھا کہ یہ قرآن وسنت کے منافی ہے۔

زبیدی: جی شک تھا۔

نورانی: تو پھر اس شک کو رفع کیوں نہیں کیا گیا۔ انتظار کئے بغیر اس قانون کو پاس کر لیا گیا یہ کیا بات ہے۔

زبیدی: جب اسلامی نظریہ کی کونسل یہ کہہ دے کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے منافی ہے تو کیا آپ کے خیال میں وہ قانون اس ملک میں رائج ونافذ رہ سکتا ہے۔

نورانی: نہیں رہنا چاہیئے، مگر کوئی ضمانت اس میں نہیں دی گئی ہے۔

کورٹ میں چیلنج۔

زیدی۔ دفعہ ۲۲۷ کے تحت آپ چیلنج کرسکتے ہیں۔

نورانی: چیلنج کہاں کریں گے؟

زیدی: کورٹ میں۔

نورانی: چیلنج کورٹ میں۔!! نہیں صاحب

زیدی: اس میں بھی کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ نہیں کرسکتے۔

نورانی: آپ دیکھ لیں گے بالکل دیکھ لیں گے۔ وضاحت کے ساتھ عام طریقہ کار۔۔۔۔۔۔

زیدی: قانون سازی کا طریقہ کار !!

نورانی: آپ ذرا غور کیجئے۔

"AFFECT SHALL BE GIVEN TO THE PROVISION OF CLAUSE I ONLY IN THE MANNER PROVIDED IN THIS PART."

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قانون سازی جو کتاب وسنّت کے خلاف ہے اس کو کورٹ میں چیلنج نہیں کرسکتے۔ اس کو چیلنج کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے۔

زیدی: اس میں چیلنج کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے میں نے اچھی طرح پڑھا ہے صاحب۔

نورانی: اس کو مؤثر کس طرح بنایا جائے گا۔

زیدی: جو طریقہ کار یہاں ہے کہ اسلامی نظریہ کی کونسل کو بھیجا جائیگا۔

بس اس کا طریقہ کار یہی دیا گیا ہے۔

نورانی: اس کے علاوہ تو کوئی اور طریقہ کار نہیں ہے۔

زبیدی: جی ہاں! کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔

نورانی: وہی بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اچھا ہوا آپ مان گئے۔ دیکھ لیجئے اور غور فرما لیجئے، CLAUSE I میں ہے کہ:

"ALL THE EXISTING LAWS SHALL BE BROUGHT IN CONFORMITY WITH THE INJUCTION OF ISLAM, AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN AND SUNAH"

زبیدی: یہ آئین کا حصہ ہے نا!!

نورانی: ہاں یہ آئین کا حصہ ہے۔

زبیدی: آئین کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس کی تعبیر و تشریح کے لئے آپ اس کو کورٹ میں لے جا سکتے ہیں۔

نورانی: جا سکتے ہیں، لیکن یہاں یہ پابند کر دیا گیا ہے کہ نہیں جا سکتے۔ دیکھئے!! اس قانون کو مؤثر بنانے کے لئے یہاں یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ اس پارٹ کے اندر دیئے ہوئے طریقہ کار کے مطابق ہی چلنا ہوگا۔ ورنہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ کھلا چھوڑ دیتے!

زبیدی: "قانون سازی کے طریقہ کار میں بتایا گیا ہے کہ جب آپ "قانون بنائیں گے تو اس کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے لئے کیا کریں گے (نشک کی صورت میں) پہلے آپ اسلامی نظریہ کونسل کو REFER کریں جس میں علماء جج اور ماہرین اقتصادیات ہوں گے۔ اور وہ مشورہ دیں گے کہ " آپ اس کو کس طرح قرآن و سنت کے مطابق بنا سکتے ہیں۔" بس، اس کے لئے یہی شرط رکھی گئی ہے اور اس میں کہیں

یہ نہیں ہے کہ صاحب۔

نورانی: یہ تو آپ ذاتی طور پر اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں۔

میں اپنی ذاتی رائے نہیں دے رہا میں وہ بات کہہ رہا ہوں کہ جو میں نے آئین کے بناتے وقت اور مسودہ دستور تیار کرنے کے وقت سُنی ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد مجھ پر واضح ہوئی ہے۔

زبیدی: (چرچ میں بڑے انداز میں) بہر حال مجھ پر بھی مطالعہ ہی سے واضح ہوئی ہے۔

نورانی: آپ غور کیجیے کہ "POERENTIVE DETENTION" میں کسی شخص کو اگر نظر بند کیا گیا ہے یہاں وہ کسی بھی جرم کے سلسلہ میں ہو تو وہ کورٹ کے سامنے پیش ہو گا۔ اس کا یہ طریقہ کار معین کیا گیا ہے۔ یہاں بھی ایک طریقہ کار متعین کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قانون اسلامک آئیڈیالوجی کونسل کے پاس بھیجا جائیگا۔ مگر کتاب و سنت کے خلاف جو قانون پارلیمنٹ بنا رہی ہے وہ پاس بھی کرلے۔ اور کونسل کے فیصلے کا انتظار بھی نہ کرے اور جس وقت چاہے اس کو نافذ بھی کر دیا جائے تو کتاب و سنت کے خلاف قانون تو نافذ ہو ہی گیا۔ کوئی ضمانت ہی نہیں ہے۔

زبیدی: میرا خیال ہے کہ ضمانت ہے۔

نورانی: اس میں کوئی ضمانت نہیں ہے۔

زبیدی: اچھا بہت بہت شکریہ۔

نورانی: بہت شکریہ۔

اسلام و ختم نبوت کی پہلی آواز

اسمبلی میں مولانا نورانی کا نعرۂ حق

"۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں عبوری آئین پر تقریر کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلام و ختم نبوت کے تحفظ کی پہلی آواز بلند کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ نعرۂ حق بلند فرمایا۔ کہ

"جو آئین ہمارے سامنے عمدہ فریم میں سجا کر پیش کر دیا گیا ہے۔ اس میں اسلام کو قطعاً کوئی تحفظ نہیں دیا گیا۔ میں اس دستور کو اس معزز ایوان کے لئے قابل قبول نہیں سمجھتا ہوں۔ اور میں اس دستور کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر اس دستور کو نافذ ہی کرنا ہے تو وہ دفعات جو اس کے اندر اسلام کے متعلق ہیں۔ ان دفعات کے متعلق کسی کمیٹی کے سامنے میں بیان دے سکتا ہوں۔ بہت سے یہاں عالم موجود ہیں۔ وہ بھی بیان دیں گے۔ اسلام کے مطابق دستور کی دفعات بنانے میں تعاون کریں اور ان دفعات کی تصحیح کی جائے جو اسلام کے خلاف ہیں۔ پھر اس عارضی دستور میں ترمیم کر دی جائے، تب یہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے، پاکستان کا صدر مسلمان ہو گا مگر مسلمان کی تعریف کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ہر شخص مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ملک میں اسلام کے بدترین قسم کے دشمن موجود ہیں وہ مسلمان بن کر یہاں حکمران بن سکتے ہیں اور چور دروازے سے حکومت کرنے کے لئے وہ یہاں آ سکتے ہیں۔ میں مسلمان کی تعریف کروں گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا وہ مسلمان ہے ورنہ مرزائی

قادیانی ہے اس قسم کی تعریف اور پابندی اس کے اندر موجود نہیں ہے۔" مداخلت ۔ (کسی ممبر کی جانب سے)

مولانا نورانی ۔ جناب صدر، میں نے سوشلسٹ نہیں کہا ہے میں نے کمیونسٹ کہا ہے، اگر کوئی کمیونسٹ ہے تو وہ بھی صدرِ مملکت بننے کے قابل نہیں ہے۔ سوشلسٹ اگر کمیونسٹ ہے تو وہ بھی اس قابل نہیں ہے۔

مداخلت ——— (کسی ممبر کی جانب سے)

مولانا نورانی ۔ میں عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ دستور میں مسلمان کی تعریف نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننے والا ہمارے نزدیک مسلمان نہیں ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے ہم ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر یہ کیسے چور دروازے سے آکر اسلام کے نام پر حکمران بن سکتے ہیں۔ اور تباہی کا سامان پیدا کر سکتے ہیں۔ میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ دستور جو ہو وہ اسلام کے مطابق ہو یہ آئین وزیر قانون کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور مکمل ہو سکتا ہے، مگر ہم اس میں ترمیم (AMENDMENT) کرنے کے بغیر اسے ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اسے بڑا خوشنما بنا کر ہمارے سامنے سجا کر رکھا گیا ہے اس میں صرف خوشنمائی ہی ہے۔ مگر کام کی بات نہیں رکھی گئی۔ اور اس کے اندر اسلامی روح موجود نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(روداد قومی اسمبلی مورخہ ۱۵ اپریل ۷۲ء صفحہ ۱۱۸-۱۱۹)

مسلمان کی تعریف پر کوثر نیازی کا اختلاف

"علماء میں جو اختلافات موجود ہیں۔ ان کی بنا پر ایک عالم دوسرے عالم سے مسلمان

کی تعریف میں متفق نہیں ہے۔ میں اس وقت بھی یہاں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف اس ایوان کے سامنے پیش کریں۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے جتنے ارکان یہاں بیٹھے ہیں وہ باہم مل کر مسلمان کی کوئی ایک تعریف ہمارے سامنے پیش کریں ہم انھیں پندرہ منٹ دینے کے لئے تیار ہیں وہ ایک ساتھ بیٹھ جائیں اور مسلمان کی کسی ایک تعریف پر متحد ہو جائیں ہم اسے منظور (ACCEPT) کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آج بھی ان کے اندر باہمی اختلاف ہوگا۔ اور وہ صحیح طور پر مسلمان کی کوئی ایک تعریف نہیں کر سکیں گے۔"

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری کا قبول چیلنج

جمعیۃ العلماء پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے کوثر نیازی کا چیلنج قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

- میں اپنی جماعت کی طرف سے اس بات کو قبول کرتا ہوں (الفضا صفحہ ۱۴۱)
- ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر اور اختصار کے طور پر مسلمان کی تعریف اس آئین میں آجائے تاکہ جو لوگ اس لفظِ مسلم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور لفظِ اسلام کی تعریف میں نہیں آتے ہیں۔ ان کے لئے اس لفظ سے استفادہ کرنے کا سدِباب ہو جائے

(مداخلت ——— کسی ممبر کی جانب سے)

علامہ ازہری: "میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اجتماعی طور پر تحقیق تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان کی تعریف کے سلسلہ میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے، گورنر جنرل غلام محمد کے زمانے میں علماء نے متفقہ طور پر بائیس نکات پیش کر دیئے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء میں اختلاف نہیں تھا۔"

"اور جو چیلنج مولانا کوثر نیازی صاحب نے دیا ہے۔ ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور علماء کے نزدیک مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں" ایضاً صفحہ ۱۵۰

مسلمان کی تعریف۔ اسمبلی کا اجلاس رات کو کافی دیر کے بعد ختم ہوا۔ تو مولانا شاہ احمد نورانی کے کمرے میں کوثر نیازی کے چیلنج سے نمٹنے کے لئے مولانا عبدالستار نیازی مولانا محمد علی رضوی حضرت مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری سر جوڑ کر بیٹھے۔ علامہ ازہری نے مسلمان کی مختصر اور جامع تعریف پیش کی جسے سب نے پسند کیا۔ رات کوئی ۲ بجے یہ تعریف لے کر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری۔ جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبدالحکیم کے پاس گئے۔ مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک نے اس تعریف کو جامع قرار دیا۔ اور طے ہوا کہ چونکہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور مولانا شاہ احمد نورانی تقریر کر چکے ہیں۔ اور کوثر نیازی کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے علماء کی طرف سے اتفاق رائے کا اظہار ضروری ہے۔ اس لئے مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک یہ تعریف پیش کریں چنانچہ انہوں نے ۲ اپریل کو اسمبلی میں یہ تعریف پیش کی جو اسمبلی کی کارروائی کے صفحہ ۴۵۲ پر موجود ہے۔ (کتابچہ مسلمان کی تعریف)

صدر و وزیر اعظم کا حلف

اسلام و ختم نبوت کے تحفظ اور مسلمان کی تعریف کے متعلق مجاہد اسلام و فدائے ختم نبوت مولانا شاہ احمد نورانی کے اس نعرۂ حق اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری کی کوشش و قبول چیلنج اور دیگر علماء کے تعاون کا نتیجہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ اب اسلامی

جمہوریہ پاکستان کے آئین میں "اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب" تسلیم کیا گیا ہے، اور صدر و وزیر اعظم کے حلف میں مسلمان کی تعریف بدیں الفاظ مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ خدا اور اس کی آخری کتاب قرآن پاک پہ مجھے پورا یقین ہے۔ اور ان پر میں ایمان رکھتا ہوں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قیامت کے دن پر، رسول کی سنت و حدیث پر۔ قرآن پاک کے احکامات پر۔ میں پاکستان کا وفادار رہوں گا! الخ

(آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۳۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰه "مسلمان کی تعریف" اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور صدر و وزیر اعظم پاکستان کے حلف میں اس کے شامل ہونے سے ایک طرف کوثر نیازی جیسے "وزیر مولانا" اور ان کے ہمخیال لوگوں کی چیلنج بازی کا جواب ہو گیا۔ اور دوسری طرف ملحدوں کمیونسٹوں۔ مرزائیوں قادیانیوں اور پرویزیوں۔ چکڑالویوں کا "چور دروازہ" سے پاکستان کی صدارت و وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ آئین ساز کمیٹی کے اجلاس میں بھی مولانا نورانی نے سرکاری مذہب اسلام قرار دینے کی پہلی آواز بلند کی۔

منظور شدہ ترامیم ۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں اپنی اس جد و جہد اور نعرۂ حق بلند کرنے کے علاوہ اسمبلی سے باہر بھی متحدہ محاذ کی قوت سے اپنی ان ترامیم کو منظور کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا جنہوں نے دستور کا چہرہ بدل کر رکھ دیا۔ ان

منظور شدہ ترامیم کے مطابق :-

(ا) مملکت کا مذہب اسلام ہوگا (ب) قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے گا۔ پہلے سے موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

(ج) دستور کے نفاذ کے ۹۰ دن کے اندر اندر اسلامی کونسل کی تشکیل ضروری ہوگی۔ کم از کم دو ممبران سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے جج ہوں گے۔ کونسل کا چیرمین انہی میں سے کسی کو مقرر کیا جائے گا۔

(د) صوبائی یا مرکزی اسمبلی کی ۲/۵ اقلیت بھی کسی زیر غور قانون کو اسلامی کونسل کے پاس بھیج سکنے کی مجاز ہوگی۔ پہلے یہ حق صرف اکثریتی پارٹی کو حاصل تھا۔

(س) کونسل کا مشورہ موصول ہونے سے پیشتر انتہائی ضروری حالات میں کوئی قانون پاس ہو جائے اور کونسل بعد میں یہ رائے دے کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہے۔ تو اس پر لازماً نظر ثانی کی جائے گی۔ کونسل کی آخری رپورٹ وصول ہونے کے ۲ سال کے اندر اندر قومی اور صوبائی اسمبلیاں ان قوانین کو کونسل کے مشوروں کے مطابق قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی پابند ہوں گی۔

(ص) وہ آرٹیکل حذف کر دیا گیا جس کے مطابق پاکستان کی معیشت کی بنیاد اسلامی سوشلزم قرار پائی تھی۔" (اشتہار متحدہ محاذ ۸ اپریل ۱۹۷۳ء)

غور فرمایئے! مسلمان کی تعریف کا آئین میں شامل ہونا۔ سوشلزم کا آئین سے حذف کرانا۔ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب تسلیم کرانا اور دیگر اسلامی جمہوری دفعات کا منوانا کتنا بڑا تاریخی اور سنہری اسلامی کارنامہ ہے۔ جس کا اولیت کا سہرا مولانا ہزاروی و جمعیۃ العلماء پاکستان کے سر ہے۔

کامل اسلامی دستور کی مزید جدوجہد

اسمبلی کے اندر اور باہر اسلام کی سربلندی کے لیے ان مسلسل کوششوں اور کامیابیوں کے باوجود قومی اسمبلی کے آغاز کی طرح دیگر مکاتب فکر کے مقابلہ میں آئین کی منظوری کے موقعہ پر آئین میں بعض خامیوں کی بنا پر ڈٹے شادی میں حصہ نہ لے کر پھر اپنی انفرادیت و مجاہدانہ عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا نورانی نے یہ اعلان فرمایا کہ جب تک ۔

- ۔ اسلامی دفعات کو آئینی تحفظ نہ دیا جائے ۔
- ۔ عائلی قوانین منسوخ نہ کئے جائیں ۔
- مسلح افواج کے سربراہوں کے لیے بھی مسلمان ہونے کی شرط نہ لگائی جائے ۔
- ۔ مسلمانوں کے مرتد ہونے پر پابندی نہ لگائی جائے ۔

اس وقت تک

"ہم موجودہ دستور کو مکمل اسلامی دستور قرار نہیں دے سکتے ۔"
اور اس کو مکمل اسلامی دستور بنانے کے لیے ہماری کوششیں جاری رہیں گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اسلام زندہ باد ۔ ختمِ نبوت زندہ باد ۔ پاکستان پائندہ باد ۔
جمعیتہ العلماء پاکستان زندہ باد ۔ مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد ۔

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا !

قومی اسمبلی کا آنکھوں دیکھا حال

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

اسمبلی میں مولانا نورانی کی معرکہ آرائی کا ایک نمونہ

روزنامہ جمہور لاہور ۹ مارچ ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ

(منگل) ۶ مارچ کو قومی اسمبلی کے شام کے اجلاس میں دستوری بل پر عام بحث میں حصہ لینے والے مقررین کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی۔ تاہم میدان جمعیت العلمائے پاکستان کے تنظیمی اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے ہاتھ رہا۔ سپیکر چوہدری فضل الٰہی نے نماز مغرب کے وقفے سے چند منٹ پہلے مولانا نورانی کا نام پکارا۔ مولانا کی تقریر موضوع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پُر متانت اور تاثر انگیز ہونے کے باوجود سارا عرصہ ایوان قہقہہ زار بنا رہا۔ ایوان کے ماحول میں زعفرانی کیفیت پیدا کرنے میں مولانا کی اپنی حس مزاح اور حاضر جوابی کا بہت زیادہ دخل تھا ابتدا ہی سے یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ سرکاری بنچوں والے مولانا کی تقریر کو مذاق ہی مذاق میں اڑا دینے کی کوشش کریں گے لیکن نورانی میاں بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلتے تھے، انہوں نے چونکھی لڑی اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے حریفوں کو چاروں شانوں چت گرا دیا۔ اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ میدان مار لیا۔

مولانا نورانی؛ جب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو سرکاری بنچوں سے دبی دبی زبان میں آوازے کسنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا نے بڑی حیران صورت بنا کر اور انتہائی شرمیلا پن اپنے اوپر طاری کر کے سپیکر سے فریاد کی۔ جناب والا

یہ مجھے چھیڑ رہے ہیں۔

حامد یٰسین۔ مولانا ذرا ترنم سے ویسے بھی اتنی مرصع و مقفیٰ آواز ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

خورشید حسن میر۔ ان کی تقریر کے ترجمے کا انتظام ہونا چاہیئے۔

سپیکر۔ میں معزز ممبروں سے درخواست کروں گا کہ وہ مولانا کو کسی گڑبڑ کے بغیر تقریر کرنے دیں۔

خورشید حسن میر۔ جناب والا۔ اصل میں مولانا اب ہضم نہیں پاتے انہیں پان کھانے کی اجازت دے دیجیئے۔

مولانا نورانی۔ پان کی اجازت دینے میں کوئی خرابی نہیں۔ البتہ جناب والا انھیں شراب پینے کی اجازت نہ دیجیئے۔

نورانی میاں نے تقریر جاری رکھنے کے لئے ابھی چند ہی فقرے کہے تھے کہ سرکاری بنچوں سے پھر آوازے کسے جانے لگے۔ اس معاملہ میں وزیر قانون مسٹر پیرزادہ وزیر بے محکمہ مسٹر خورشید حسن میر اور حکمران پارٹی کے میاں حامد یٰسین پیش پیش نظر آ رہے تھے۔ مولانا پھر رُوک گئے اور فریاد کناں ہوئے۔ جناب والا یہ لوگ میرے ساتھ غمزے کرنے سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ آخر کب تک ان کے ناز نخرے برداشت کروں گا۔

محمود اعظم فاروقی۔ حامد یٰسین کے غمزوں کو شتر غمزے کہیئے۔

حفیظ پیرزادہ: جناب والا آخر نورانی صاحب کو تکلیف کیا ہے۔

نورانی میاں: مجھے تو کوئی تکلیف نہیں۔ بلکہ میں تو سمجھا تھا کہ آپ کرسی سے اٹھے ہیں

شاید آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہو (پھر سپیکر سے مخاطب ہو کر) جناب والا دوسرے وزیر اور سرکاری ممبر بے شک بار بار اٹھتے رہیں۔ لیکن پیرزادہ صاحب سے کہیئے کہ وہ بار بار نہ اٹھیں وہ تھک جائیں گے۔

سپیکر نے ایک بار پھر ممبروں سے اپیل کی کہ وہ مولانا کی تقریر کو خاموشی کے ساتھ سنیں۔ اس پر مسٹر پیرزادہ نے کھڑے ہو کر کہا جناب والا مولانا کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی تقریر جاری رکھیں۔

نورانی میاں۔ اب وزیر قانون نے اجازت دیدی ہے تو ان کا شکریہ۔

ع: یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے۔

مولانا نورانی۔ نے جب جوش میں آکر یہ اعلان کیا کہ وہ زبان، ثقافت اور علاقے کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اور صرف مذہب کی بنیاد پر قومیت کے قائل ہیں۔ تو اپوزیشن کے ساتھ سرکاری بنچوں سے بھی داد دی گئی لیکن جب اگلی ہی سانس میں انھوں نے اس بات کی مخالفت کی کہ موہنجو ڈارو کی تہذیب کو پاکستان یا مسلمان کی تہذیب قرار دیا جا رہا ہے۔ تو مسٹر حفیظ پیرزادہ غصے میں کھڑے ہو گئے انھوں نے کہا کہ جناب والا مقرر موضوع سے ہٹ گئے ہیں۔ اور قطعی طور پر غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں۔

نورانی میاں۔ (حیرانی کے انداز میں) جناب والا ابھی تو یہ تالیاں بجا رہے تھے۔ اور ابھی ناراض بھی ہو گئے۔

حفیظ پیرزادہ۔ ہم آپ کے دوست جو ہوئے۔

نورانی میاں۔ صوبہ سرحد کے لوگ تو آپ کی دوستی کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں۔ اس پر جب سرکاری بنچوں سے صدائے احتجاج بلند ہوئی تو مولانا نے کہا کہ اچھا جناب والا آئیے

اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

سپیکر ۔ کون سے الفاظ آپ نے کیا کہا تھا۔

نورانی میاں ۔ جناب والا کوئی خاص بات تھی جسے دبیرزادہ کی طرف اشارہ کرکے وہ سمجھ گئے۔ اور ہاں خان قیوم بھی سمجھ گئے تھے۔ آپ خود ہی دیکھ لیں۔ وہ بہت خوش ہو رہے ہیں۔ خان قیوم اس وقت واقعی بے اختیار ہو کر ہنس رہے تھے۔

نظر بندی ۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے حکومت کے امتناعی نظر بندی کے اختیارات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ان اختیارات کے تحت کسی بھی شخص کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل کے اندر رکھ سکتی ہے۔

سپیکر ۔ مولانا دو سال میں آٹھ مہینے کا کیا مطلب۔

نورانی میاں ۔ جناب والا دستوری بل کی متعلقہ دفعہ پر ایک نظر ڈالیے آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ جہاں حکومت کا یہ بنیادی حق ہے۔ کہ وہ کسی بھی فرد کو دو سال میں آٹھ مہینے جیل میں رکھ سکتی ہے۔ وہاں ہر فرد کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ دو سال میں آٹھ مہینے جیل کے اندر رہے۔

وزیر اعظم ۔ مولانا نورانی نے وزیر اعظم کے وسیع اختیارات کے بارے میں کہا کہ حکومت کے لوگ ان اختیارات کا موازنہ برطانیہ کے وزیر اعظم کے اختیارات سے کرتے ہیں لیکن برطانیہ کے وزیر اعظم کو تو یہ اختیارات بتدریج دیئے گئے ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

صحافت : مولانا نے آزادیٔ صحافت سے متعلق حکومت کے وعدوں کا تجزیہ ان الفاظ میں کیا۔

پریس آزاد ہے - ایڈیٹر گرفتار ہے -

پریس آزاد ہے - اخبار بند ہے -

پریس آزاد ہے - چھاپہ خانہ سیل کر دیا گیا ہے -

مولانا نے حکمران جماعت سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ اخبارات کو پابند کرنے کی پالیسیوں سے باز رہیں ورنہ آپ کے مزار پر کوئی فاتحہ پڑھنے والا اور کوئی مرثیہ خواں بھی نہیں ہوگا -

ڈاکٹر مبشر - آپ کا کاروبار بھی بند ہوگا -

مولانا نورانی - ڈاکٹر صاحب میرا کاروبار" جمعہ کی نماز پڑھانا ہے اور وہ کبھی بند نہیں ہوگا - آپ بند کرنا چاہیں بھی تو انشاء اللہ بند نہیں ہوگا - اس لئے جمعہ کی نماز قیامت تک ہوتی رہے گی -

محمود اعظم فاروقی - مبشر صاحب گھبرائیں نہیں مولانا کے کاروبار میں نماز جنازہ پڑھانا بھی تو شامل ہے -

سپیکر - مولانا آپ اپنا کاروبار جاری رکھیں -

شرابی ڈرائیور - مولانا نے شراب خانہ خراب کی مخالفت کے سلسلے میں کہا کہ یورپ میں کسی شرابی کو ڈرائیونگ کا لائسنس نہیں دیا جاتا اور اگر کوئی شراب پی کر ڈرائیوری کرے تو اس کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے لیکن ہمارے ایک شرابی نے شراب کی بوتل پہ آدھا ملک توڑ دیا اور دُنیا کی بہترین فوج کو ذلیل فوجوں میں شمار کرا دیا -

ڈاکٹر مبشر - جناب والا مولانا نے ہماری فوجوں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ذلیل ہو گئیں -

سپیکر - مولانا کیا آپ نے واقعی یہ کہا ہے ؟

مولانا - جناب والا - میں نے ایک شرابی کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے فوجوں کو ذلیل فوجوں میں شمار کرا دیا۔ اصل میں ڈپٹی اسپیکر صاحب صحیح طرح سن نہیں سکے اسلئے کہ انکی زلفیں کانوں پر آگئی ہیں۔

سپیکر - اچھا اب آپ آگے چلیئے۔

نورانی میاں - جناب والا گاڑی شرابی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے آگے چلنا محال ہے۔

مولانا نے جب یہ خدشہ ظاہر کیا کہ ملک کا ڈرائیور شرابی ہوگا تو وہ ملک کو تباہ کردیگا۔ تو اس پر سرکاری بنچوں سے احتجاج ہوا۔

نورانی میاں - جناب والا اگر ان کی طبع نازک پر گراں گزرتا ہے تو ہم نہیں کہتے لیکن اتنا تو ضرور کہیں گے۔ کہ

ع : مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

آمریت - مولانا نے کہا کہ اگر وزیر اعظم کو آمر بنا دیا ہے تو ہمیں اعتراض نہیں - اگر وزیر اعظم کو بہت زیادہ با اختیار بنا دیا گیا ہے۔ تو ہمیں اعتراض نہیں لیکن ہمیں اعتراض یہ ہے، کہ وزیر اعظم کو لائسپور کا گھنٹہ گھر بنا دیا گیا ہے۔ عدلیہ کی سڑک ہے کہ وزیر اعظم پر آکر رکتی ہے انتظامیہ کی سڑک ہے کہ اس کا رُخ بھی وزیر اعظم کی طرف ہے الیکشن کمیشن کی سڑک بھی اسی سمت جاتی ہے۔ اور فوجوں میں کمیشن دینے کی سڑک بھی اسی گھنٹہ گھر پر پہنچ کر رکتی ہے، اگر ہر شعبۂ زندگی پر وزیر اعظم ہی کا قبضہ ہوگیا ہے۔ تو یہ کہنا پڑے گا۔ کہ

ع ہر شاخ پہ اُلّو بیٹھا ہے۔

اور پھر یہی سوال پیدا ہوگا، ــــــ انجام گلستان کیا ہوگا۔

مارشل لائ مولانا نے مارشل لاء کے ضوابط کو تحفظ دینے کی دستوری

دفعہ کو باعثِ شرم قرار دیا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ جناب والا شرم والے کے لیے یقیناً باعثِ شرم ہے۔" (جمہور لاہور ۹ مارچ ۱۹۷۳ء)

استقلال لاہور ۔ ہفت روزہ "استقلال" لاہور لکھتا ہے۔

"قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا (نورانی) کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں اور قہقہے بکھیر دیئے۔ اور سرکاری پارٹی پران کی برجستہ چوٹوں پر خود ان چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم جھوم گئے۔ سپیکر چودھری فضل الٰہی کے بقول مولانا کا نام ہی نورانی نہیں ان کی داڑھی بھی نورانی ہے اور ان کا چہرہ بھی۔ اور سپیکر کے اس قول کے ساتھ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔" (استقلال لاہور ۲-۸ جولائی ۱۹۷۳ء)

مولانا شاہ عارف اللہ قادری، راولپنڈی :-

"کتاب شاہ احمد نورانی" میں حالات و واقعات کی ترتیب میں خاصی محنت سے کام کیا گیا ہے۔ سرورق نہایت شاندار ہے۔ ادارہ "رضائے مصطفےٰ" مستحق تبریک ہے۔ کہ اس نے علامہ شاہ احمد نورانی جیسی عظیم شخصیت کے حالات پیش کر کے مسلمانانِ اہلِ سنت کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ کتاب پڑھتے وقت علامہ نورانی کبھی اقبال کے مردِ مومن اور بیباک قلندر نظر آتے ہیں اور کبھی زہر ہلاہل کو قند و نبات نہ کہنے کی بنا پر بعض اپنوں کی نظر میں محسود اور اربابِ اقتدار کے نزدیک قابلِ گردن زدنی قرار پاتے ہیں۔ مولانا نورانی اسمبلی میں ہوں یا عام جلسوں میں۔ وہ اسلام کی برتری کے لیے تختِ کیکاؤس کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات عظمتِ دین کی خاطر دار و رسن کا انتظار ان کی قلبی خواہش کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مکتبہ "رضائے مصطفےٰ" کی اس پیش کش نے آنیوالے مؤرخ کے لیے منزل تک رسائی آسان کر دی ہے۔" فجزاکم المولیٰ خیر الجزاء"

اسمبلی کے اندر اور باھر

چند ولولہ انگیز مجاہدانہ بیانات

مولانا شاہ احمد نورانی کے قومی اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کے بعد مختلف دینی ملکی قومی، سیاسی مسائل پر ان کے بیانات ریڈیو اور اخبارات سے اس کثرت کے ساتھ نشر ہوئے ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ ریڈیو کے علاوہ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا قابل ذکر اخبار و رسالہ ہو جس نے بالاہتمام مولانا نورانی کے بیانات، انٹرویو۔ اور حالات کو کچھ نہ کچھ شائع نہ کیا ہو۔ بیانات کی اس کثرت و اہمیت سے مولانا کی مستعدی۔ باخبری۔ بیدار مغزی۔ بے خوفی وسعت علمی دینی و سیاسی بصیرت اور محبت اسلام و حب الوطنی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بطور ع

مشتے نمونہ از خروارے۔ مولانا کے بعض بیانات کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

وزارت و سفارت مسترد۔ کراچی ۱۵ اپریل (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ اور پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا ہے کہ ہم ایسے دستور کو کس طرح مکمل اسلامی کہہ سکتے ہیں جس کے اندر اسے مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے خود ۹ سال کی مدت مقرر کی گئی ہے، اور اس طرح خود حکمران پارٹی نے بھی یہ اعتراف کیا ہے۔ کہ اس عرصہ کے بعد ہی آئین سازی مکمل طور پر قرآن و سنت کی روشنی میں ہوگی۔ مولانا نورانی نے کہا کہ پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں مملکت میں سرکاری مذہب اسلام قرار دینے اور آئین میں مسلمان کی تعریف

شامل کرنے کا مطالبہ سب سے پہلے پیش کرنے کا سہرا جمعیت علمائے پاکستان کے سر ہے لیکن ابھی تک ہمارے بہت سے بنیادی مطالبات تسلیم نہیں کئے گئے ہیں۔ اس لیئے ہم نے رائے شماری میں حصّہ نہ لے کر واضح طور پر اپنے اختلافات کا اظہار کر دیا ہے اور نئے آئین کی منظوری کے بعد دراصل ہمارے کام کا آغاز ہُوا ہے۔ اب ہم اسلامی دفعات کو آئینی تحفّظ دلانے اور عائلی قوانین کی تنسیخ تینوں افواج کے سربراہوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط اور فتنۂ ارتداد کو رد کرنے کی ضمانت حاصل کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اس طرح اس دستور کو زیادہ سے زیادہ جمہوری بنانے کی کوششیں تیز تر کر دی جائیں گی۔

مولانا نورانی نے کہا۔ کہ دستور کی تیاری کے دوران جمعیۃ العلماءِ پاکستان کے رہنماؤں کو مرکز اور سندھ میں وزارتوں سفارتوں کی پیشکش کی گئی لیکن ہم نے اسلام اور جمہوریت کی خاطر اسے ٹھکرا دیا۔ (روزنامہ جسارت کراچی ۱۷

جان قربان ۔ ۳۰ مئی (پ پ / ب پ) متحدہ جمہوری محاذ کی مجلس قائمہ یکم جون کو ملتان میں آزاد کشمیر کے صدر کے خلاف مرکزی حکومت کے ظالمانہ اقدامات پر غور کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کے مسئلہ کو قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے گا۔ انھوں نے عوام سے کہا کہ وہ چٹان کی طرح متحد ہو کر پیغمبر اسلام کی تعلیمات سے رہبری حاصل کریں ہم اسلامی نظام کے لیئے اپنی جان تک قربان کریں گے (روزنامہ جسارت لاہور ۱)

بحران کشمیر ۔ ملتان ۲۸ مئی ملک کے کروڑوں غیور مسلمان۔ قادیانیوں کے ایماء پر آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم کی برطرفی برداشت نہیں کریں گے۔ انھوں نے آج ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہم اس بحرانی دور میں کوئی انتہا پسندانہ

قدم اٹھانا نہیں چاہتے۔ لیکن قادیانیوں کو خوش کرنے کے لیے سردار قیوم کو برطرف کیا گیا تو صورتِ حال ۱۹۵۳ء سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا سردار قیوم کے خلاف ساری سازش اس لیے ہو رہی ہے۔ کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کی انھوں نے کہا یہ قرارداد ساری دُنیا کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔

(روزنامہ جمہور لاہور ۲۹ مئی ۱۹۷۳ء)

مرتد کی سزا - (کراچی ۱۵ اکتوبر پ پ) ملک کے آئین میں یہ شق موجود ہونی چاہیے کہ جو مسلمان مذہب سے منحرف ہوگا اسے سزائے موت دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی جماعت غیر اسلامی آئین کو قبول نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا تاکہ مسلمان دینِ اسلام کی اصل رُوح کے مطابق طرزِ حیات اپنائیں اس لیے اس ملک کے باشندوں کو پورا اختیار ہے کہ وہ اسلامی آئین کا مطالبہ کریں۔ مولانا نورانی نے کہا کہ اسلامی آئین کا مطالبہ اب نازک دور سے گزر رہا ہے۔ انھوں نے کارکنوں کو یقین دلایا کہ اسلامی آئین کے لیے جماعت بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کرے گی اور اسمبلی کے باہر اور اندر مستقل جدوجہد کرے گی۔ اور غیر اسلامی آئین کی ہر کوشش کی ڈٹ کر مخالفت کرے گی۔ مولانا نے کہا کہ گذشتہ ربع صدی سے طرح طرح کی رخنہ اندازی جاری رہی ہے، اور ملک اب تک اسلامی آئین سے محروم رہا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی جماعت کا مقصد مسلمانوں کے لیے صحیح راہِ عمل کا تعین اور معاشرہ کو منافقوں سے پاک کرنا ہے۔

ڈیفنس آف پاکستان رولز پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ملک کے تحفظ کی

بجائے اس قانون کو برسر اقتدار لوگوں کی مخالفت کرنیوالوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آج کل سی آئی اے کے آلہ کار اور بھارتی جاسوس اور تخریب پسند عناصر ملک بھر میں دندناتے پھرتے ہیں انھیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ دوسری طرف برسرِ اقتدار ٹولہ کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف قانون بڑی تیزی سے حرکت میں آجاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ڈیفنس آف پاکستان رولز ڈیفنس آف پریذیڈنٹ رولز" بن کر رہ گیا ہے۔

(نوائے وقت ۱۶ ۱/۲)

شرابی وزیر اعظم : دستور میں ایسی دفعہ شامل ہونی چاہیئے جس کے تحت مسلمانوں کے لئے اسی طرح تبدیلی مذہب ناممکن ہو جس طرح پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت جماعتوں سے وفاداری تبدیل کرنے کی ممانعت ہے۔ شراب پر مکمل پابندی ہونی چاہیئے۔ اور اس امر کی تصریح کرنی چاہیئے کہ کوئی شرابی وزیر نہیں بن سکے گا۔

(روزنامہ نوائے وقت۔ جمہور لاہور ۳/۴ ۷)

موجودہ دور - (فقیروالی ۹ جون) "پاکستان لاکھوں جانوں کی قربانی دینے کے بعد قومی نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ یہیں اس خطۂ ارض میں حق کی بلندی کے لئے اسلامی نظامِ حیات نافذ کرنا چاہیئے۔ مولانا نورانی نے کہا کہ یہ ساری قربانیاں محض روٹی کپڑے اور مکان کے حصول کے لئے نہ تھیں۔ بلکہ یہ سب کچھ دینِ اسلام کے نفاذ کے لئے تھا۔ آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ موجودہ دورِ حکومت میں عوام سے اظہار رائے کی آزادی سلب کرلی گئی ہے۔ غنڈہ گردی انتہا پر ہے۔ عزت حمیت اور شرافت کا سرِعام جنازہ نکالا جارہا ہے گرانی آسمان سے باتیں کررہی ہے، عوام کی قوتِ خرید ختم ہوچکی ہے لیکن ان مسائل کو حل کرنے کی بجائے قومی خزانہ عیاشیوں پر صرف کیا جارہا ہے اور مختلف عنوانوں سے جشن منائے جا

رہے ہیں۔ (روزنامہ جمہور لاہور ۱۰ مئی)

موجودہ حکومت ۔ (صادق آباد، ۹ مئی) ایک بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا موجودہ حکومت آزادی تحریر و تقریر اور جمہوریت کے ساتھ مذاق کر رہی ہے۔ اس ملک میں غنڈہ گردی اور عیاشی میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ اپوزیشن کے جلسوں کو ناکام بنانے کے لئے پتھراؤ کیا جاتا ہے۔ اگر اس ملک میں غنڈہ گردی کو اس طرح پھلنے پھولنے دیا گیا۔ اور غنڈوں کا محاسبہ نہ کیا گیا تو یہ غنڈے حق کی آواز کو دبانے کی کوشش کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ پچیس سالہ تاریخ میں اتنا ظلم کبھی نہیں ہوا۔ جتنا کہ مزدوروں پر آجکل ہو رہا ہے۔ ایسی ظالم حکومت کے قائد کو قائد عوام کیسے کہا جائے اس ملک کو توڑنے اور ہمارے سات کروڑ بھائیوں کو ہم سے جدا کرنے کی تمام تر ذمہ داری مسٹر بھٹو پر ہی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ انھوں نے اگر اِدھر ہم اُدھر تم کا نعرہ نہ لگایا ہوتا۔ تو آج صورتحال مختلف ہوتی آج ہمارے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کو ہندوؤں کی غلامی میں دے دیا گیا ہے جہاں ہماری ماؤں بہنوں کی عصمتوں سے کھیلا جا رہا ہے، انھوں نے کہا کہ حکومت کا عوام سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت عوام کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتی۔

مولانا نے کہا کہ ہم اس ملک کی سرزمین میں اسلامی آئین کا نفاذ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس سرزمین میں رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پروانے رہتے ہیں۔ لاکھوں قربانیوں کے بعد اس ملک کو فردِ واحد کے لئے حاصل نہیں کیا گیا۔ پاکستان اس لئے بنا تھا۔ کہ اس کے اندر قرآن کے احکامات کی بالادستی ہوگی۔ دینِ مصطفےٰ کو جاری و ساری کیا جائے گا لیکن آج اس ملک میں کیا ہو رہا ہے کیا آپ نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے کہ اس میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے کہ اس ملک میں اب ہوجمالو ہونے لگی ہے۔ کیا پاکستان ہوجمالو یا پاپ مجو کے لئے بنایا گیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ ملک کے کونے کونے سے آج سوال اٹھ رہا ہے، کہ مرزائیوں

کو اقلیت قرار دیا جائے۔ لیکن ہماری حکومت اسے فرقہ وارانہ مسئلہ سمجھتی ہے۔ انھوں نے حکومت پر الزام لگایا کہ یحییٰ خاں کے دور میں بھی اتنی شراب نہیں پی جاتی تھی جتنی کہ آج استعمال کی جا رہی ہے۔ یحییٰ کے دور میں شراب صرف پی جاتی تھی۔ لیکن اب وہ دور آن پہنچا ہے کہ ہمارے وزراء شراب سے نہانے بھی لگے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عوامی وزیر اٹھارہ اٹھارہ فٹ لمبی کاروں میں پھر رہے ہیں۔ عوام بھوکے مر رہے ہیں لیکن انھیں اپنی ٹھاٹھ باٹھ عزیز ہے۔ غریب عوام چلا رہے ہیں۔ کہ آٹا مہنگا ہو گیا ہے، کپڑا مہنگا ہو گیا ہے، جواب ملتا ہے خزانہ خالی ہے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جشن منانے کے لئے روپیہ کہاں سے آیا۔ قوم کو حساب دینا پڑے گا۔ مولانا نے کہا کہ کروڑوں روپے کی چینی، چاول اور گندم بھارت سمگل کئے جا رہے ہیں۔ قوم اگر مطالبہ کرتی ہے کہ خزانہ خالی ہے تو کس نے کیا۔ یحییٰ خان نے کیا ہے تو اسے عوام کے سامنے لایا جائے۔ لیکن نہیں ایسا نہیں کیا جاتا۔ اس غدار قوم کو تحفظ دے کر عالیشان بنگلہ دیا ہوا ہے اس ملک میں بے پناہ دولت کے ذخائر موجود ہیں لیکن خزانے چوروں ڈاکوؤں اور سمگلروں کے ہاتھ میں آ چکے ہیں۔ انھوں نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اسلام کے لئے جد وجہد کریں۔ اب وہ وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ جب اپنے ہاتھوں سے سوشلزم کا جنازہ نکالیں گے۔"

انھوں نے کہا کہ ہمارے عزائم میں ڈی پی آر اور جیلوں کی قید و بند کی صعوبتیں حائل نہیں ہو سکتیں۔ جمہوریت کا قافلہ اب چل پڑا ہے۔ اس کے آگے بڑے سے بڑا بند بھی کارگر نہ ہوگا۔ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے مسلمان کا سر کٹ تو سکتا ہے مگر باطل کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ عوام کو متحد ہو کر ہماری صفوں میں شامل ہو جانا چاہیے۔ انشاء اللہ اس ملک میں جلد ہی اسلام کا مقدس

نظام اکر رہے گا۔ (جمہور ۲۸ ۳ ۷۷)

چیئرمین بھٹو ۔ اسلام آباد ۵ر مارچ۔ چیئرمین بھٹو صاحب پولیس اور فوج کی امداد کے بغیر عوامی جلسوں میں خود کو محاسبے کے لیے پیش کریں تاکہ عوامی جذبات اور ان کی تکالیف کا احساس ہوسکے۔ ہر جمہوری ملک میں سیاسی جماعتوں کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عوام کے حقوق کے لیے منذر ہو کر کوشش کریں۔ چیئرمین بھٹو کو بحیثیت صدر پاکستان چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہمارے نام نکات کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیتے۔ اس کی بجائے وہ ان نکات کی مخالفت کا اعلان کر رہے ہیں اس سے عوام کو خود ہی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کون جمہوریت۔ اخوت رواداری۔ ملکی سالمیت اسلام اور اسلامی آئین میں یقین رکھتا ہے اور کون راہِ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔ (روزنامہ جمہور لاہور ۶ ۳ ۷۷)

چیلنج ۔ لائل پور ۱۰ر جون۔ مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیۃ العلماء پاکستان مولانا عبدالستار خاں نیازی ناظم جمعیۃ العلماء پاکستان کے اعزاز میں ایک اہم دعوتِ عصر آدی گئی جس میں خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ صدر بھٹو صدارت کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ اور ملک میں تین چار ماہ کے دوران نئے انتخاب کرائے جائیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں صدر بھٹو سے صدارت یا کسی بھی اور عہدہ کے لئے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا۔ اس عبوری دور کے لیے حکومت نائب صدر مسٹر نورالامین کے حوالے کر دی جائے۔ مولانا نورانی نے کہا۔ کہ جمعیت نے تہیہ کر رکھا ہے۔ کہ انشاء اللہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ خواہ اس کے لیے کتنی قربانی کیوں نہ دینی پڑے

(روزنامہ مشرق لاہور ۱۱ ۶ ۷۲)

بنگلہ دیش ۔ آئینی طور پر پاکستان کی سالمیت کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا ہے، صدر بھٹو

اراکین اسمبلی مسلح افواج کے سربراہوں سب نے پاکستان کی سالمیت کو برقرار رکھنے کا حلف اٹھایا ہے۔ عبوری آئین میں بھی مشرقی پاکستان اس ملک کا حصہ ہے۔ اسے علیحدہ کرنے کا کوئی مجاز نہیں۔ قومی اسمبلی پاکستان کو ٹکڑے کرنے کے لئے نہیں پاکستان کو ایک رکھنے کی ذمہ دار ہے۔ اگر ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر پاکستان کے نظریاتی طور پر معرضِ وجود میں آنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔" (ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۶ جون ۱۹۷۲ء)

● بنگلہ دیش نامنظوری تحریک خود صدر بھٹو نے شروع کی تھی اور اقتدار سنبھالتے ہی نہایت جذباتی انداز میں ان ممالک سے تعلقات توڑ لئے تھے جنہوں نے بنگلہ دیش تسلیم کر لیا تھا۔ مگر جب بڑی طاقتوں نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو انھوں نے گھٹنے ٹیک دیے" بنگلہ دیش کے مسئلہ کو گلی کوچوں میں لانے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ اس معاملہ کو گلی کوچوں میں لانیوالے خود مسٹر بھٹو ہیں۔ بنگلہ دیش نامنظوری تحریک خود المقول نے چلائی اور ملک کو انتشار سے ہمکنار کیا۔

(روزنامہ جسارت کراچی ۱۶ جولائی ۱۹۷۲ء)

جنگِ دسمبر { دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ کو ہرگز فیصلہ کن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ برصغیر کی اسلامی تاریخ اس قسم کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جبکہ وقتی طور پر ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس وقت کے غیور اور باضمیر مسلمان حکمرانوں نے بالآخر اپنی وقتی شکست کو مستقل فتح میں بدل ڈالا۔ محمد غوری کی جدوجہد اس سلسلے میں ایک روشن مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ موجودہ صورتِ حال اپنوں کی غداری اور بیوقوفی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ہماری چودہ سالہ روایت کا تقاضا ہے کہ ہم اسے ایک عارضی سانحہ سمجھیں اور تلافیٔ مافات کے لئے بھرپور جدوجہد کا آغاز کر دیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ

اس جنگ کو فیصلہ کن قرار دے کر بھارت کے آگے گھٹنے ٹیک دینے والے لوگ وہ ہیں جو ہزار سال تک لڑنے کا اعلان کرتے تھے میں کہتا ہوں، ہزار سال نہیں پانچ سو سال نہیں ایک سو سال ہی اپنی جدّوجُہد جاری رکھو۔ بُزدلی اور بے غیرتی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ (دا انٹرویو مولانا نورانی۔ اُردو ڈائجسٹ جولائی ۱۹۷۲ء)

عرب اسرائیل جنگ:۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے مصر کے صدر انوارالسادات شام کے صدر حافظ الاسد اور لیبیا کے صدر کرنل قذافی کے نام الگ الگ برقیہ میں اسرائیل کے خلاف عربوں کے جہاد کی پاکستان کی جانب سے مکمل حمایت کی ہے۔ انھوں نے اپنے برقیہ میں کہا ہے کہ پاکستان کے مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا آپ کو مکمل فتح سے ہمکنار کرے آپ کی فتح محض عربوں کی نہیں بلکہ عالم اسلام کی فتح ہوگی۔ مولانا نورانی جو ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ بھی ہیں انے اپنے مشن کی تمام شاخوں کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ عربوں کی حمایت کریں۔ دریں اثنا مولانا نورانی نے ایک اخباری بیان میں عرب اسرائیل جنگ کے بارے میں وزیرِ اعظم بھٹو کے حالیہ بیان کو ناکافی اور غیر تسلی بخش قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیرِ اعظم کو پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے عربوں کی ٹھوس مدد کا اعلان کرنا چاہیئے کیونکہ قبلۂ اوّل کی بازیابی عالم اسلام کی جدوجہد ہے اور پوری دُنیا کے مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ آزمائش کے اس مرحلہ پر عربوں کا ساتھ دیتے ہوئے اسرائیل کے خلاف جہاد میں بھرپور حصّہ لیں۔ مولانا نے اپیل کی ہے کہ جمعیت کے تمام علماء و خطباء نماز تراویح و پنجگانہ، اجتماعات میں قبلۂ اوّل کی بازیابی و عربوں کی فتح کے لیے خصوصی دُعائیں مانگیں۔ (پریس نوٹ)

● کراچی ۹ اکتوبر ۔ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس اسرائیل کے خلاف پورے عالم اسلام کی جانب سے جہاد کا اعلان کرے اور پاکستان کو چاہیئے کہ وہ اس ضمن میں پہل کرتے ہوئے اسرائیل کے خلاف عربوں کے جہاد میں عملی طور پر شریک ہو جائے اور فوری طور پر عربوں کی بھرپور اور موثر مدد کرے۔

انھوں نے کہا کہ پوری قوم عربوں کی ٹھوس امداد کے ضمن میں حکومت سے تعاون کرے گی۔ کیونکہ عربوں کی جدوجہد پورے عالم اسلام کی جدوجہد ہے۔ قبلہ اوّل کی بازیابی ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور پاکستان کا بچّہ بچّہ حرمت بیت المقدس پر کٹ مرنے کو تیار ہے، مولانا وزانی نے اسرائیلی جارحیت کی پشت پناہی کرنے پر امریکہ کی شدید مذمت کی اور کہا کہ امریکی پشت پناہی کے باعث ہی اسرائیل نے لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا اور انھیں بے گھر کر دیا۔ مولانا وزانی نے عرب ملکوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیل کے خلاف اپنی جدوجہد اس وقت تک جاری رکھیں جب تک عربوں کی مقدس سرزمین سے اسرائیلی جارحیت کے نشان نہیں مٹ جاتے۔ انھوں نے پوری دنیا کے اسلامی ملکوں اور مسلم اقوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے عربوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو جائیں۔ (حریت کراچی ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

مولانا نورانی کی شخصیت اور ان کی یادگار خدمات کے متعلق

چند مذہبی سیاسی صحافی تاثرات

مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت اور ان کی خدمات کو قلیل عرصہ میں مولا تعالیٰ نے جو شہرت و مقبولیت عطا فرمائی ہے، اس کے متعلق چند مذہبی سیاسی اور صحافتی تاثرات ملاحظہ ہوں۔

ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ

"حضرت الحاج فاضل شہیر مولانا شاہ احمد نورانی صاحب پاکستان کی معروف و مشہور اور جمعیت العلماء پاکستان کی مایہ ناز شخصیت ہیں۔ آپ نے تھوڑے عرصہ میں ملکی سیاست میں ایک ممتاز و بلند مقام حاصل کر لیا ہے اگرچہ باخبر حضرات آپکی شخصیت سے پہلے ہی متعارف تھے مگر گذشتہ انتخابات نے تو آپکی شخصیت کو ملک میں پوری طرح نمایاں کر دیا ہے۔ ان انتخابات میں آپ قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیۃ العلماء پاکستان کے پارلیمانی گروپ کے لیڈر منتخب ہوئے بعض امور میں آپ سے اختلاف ہو سکتا ہے (جو عموماً بعض شخصیتوں سے کسی نہ کسی مسئلہ و مرحلہ میں ممکن و واقع ہے) لیکن جہانتک آپ کی خداداد صلاحیتوں اور ملکی قومی و جماعتی سرگرمیوں کا تعلق ہے۔ اس میں کسی کا آپ سے اختلاف کرنا مشکل ہے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ)

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور

مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے اپنے ماہنامہ "ضیائے حرم" کے اداریہ "سِرِّ دلبراں" میں لکھتے ہیں کہ

"عام انتخابات کے بعد قومی اسمبلی میں جمعیۃ العلماء پاکستان کا جو پارلیمانی گروپ

قائم کیا گیا تھا اس کی قیادت متفقہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کے سپرد کی گئی۔ اس عرصہ میں کٹھن اور صبر آزما مرحلے بھی آئے ابتلاء و آزمائش کی رُوح فرسا وادیوں کو بھی طے کرنا پڑا۔ ترغیب و ترہیب کے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے گئے۔ لیکن ہر موقع پر اس بطلِ جلیل نے اپنی بالغ نظری، مومنانہ فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کا وہ مظاہرہ کیا کہ اپنے اور بیگانے سب عش عش کر اُٹھے۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر آئین کے متعلق اپوزیشن کے تمام لیڈروں کے انٹرویو نشر ہوئے لیکن مولانا نورانی کے انٹرویو کی شان ہی نرالی تھی۔ جس مہارت اور حذاقت سے انھوں نے اس شاطر نقاد کو ہر نکتہ پر مات دی اور لاجواب کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ غرض کہ نجی گفتگو ہو یا مجمع عام میں سیاسی خطاب، اپنے عوام اور عقیدتمندوں کا حلقہ ہو یا مخالفین کا ہجوم، آئین سازی کی مہم ہو یا متحدہ محاذ کی تشکیل کا مرحلہ، ہر جگہ نورانی میاں منفرد نظر آتے ہیں۔ اہل سنت کو ان کی کارکردگی پر فخر ہے۔ یہ مرد درویش ابتداء سے آخر دم تک اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا۔ انھیں جن جانگسل مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ان کی شدّت کا صحیح احساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے حالات پر کڑی نظر رکھی ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ جمعیتہ العلماء پاکستان کے وہ نمائندے جو پنجاب سے منتخب ہوئے تھے بجز حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب انہوں اپنا قومی فرض ادا نہیں کیا انہوں نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اپنے بے غرض اور بے لوث کارکنوں کا منہ چڑایا ہے جو قوم سے ان کے لیے ووٹوں کی بھیک مانگتے رہے (جون ۱۹۷۳ء)

ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی

ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور مقبول عوام سیاسی و مذہبی اکابر و عمائد میں ہوتا ہے۔ آپ ایک مدبر اور ذہین سیاستدان ہیں۔ آپ سیاست کے نشیب و فراز سے کما حقہٗ

آگاہ اور اس کے پرپیچ و خمدار راستوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اور آپ حق گو۔ بے باک اور نڈر لیڈر ہیں اور صاف گوئی اور استبازی کے مقابلہ میں مصلحتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ اسلامی نظام کے حامیوں کی آنکھوں کا نور اور اشتراکیوں دہریوں مرزائیوں کے سینوں میں چبھنے والا کانٹا ہیں۔" (ترجمان اہلسنت کراچی ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ)

روزنامہ "آزاد" لاہور

"بھائیو۔ مولانا شاہ نورانی کا کیا پوچھتے ہو۔ جو بگولے کی طرح سیاست میں اٹھے اور آندھی کی طرح چھا گئے۔ (یہ کمیونسٹ اخبار بند ہو چکا ہے)

روزنامہ "جسارت" کراچی

"مولانا شاہ احمد نورانی اصلاً ایک مبلغ ہیں ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اپنے والد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کی طرح اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گذرا ہے۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۷۰ء کے عام انتخاب سے ہوا ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس میدان میں وہ اپنی جماعت کے دیگر امیدواروں سے بازی لے گئے۔ ان کی کامیابی کا راز صرف اتنا ہی نہیں ہے، کہ ان کے حلقۂ انتخاب میں ان کے ہم مسلک اور عقیدت مند لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کامیابی میں ان کی سیاسی سوجھ بوجھ خوش گفتاری۔ بذلہ سنجی۔ عام لوگوں میں جلد گھل مل جانے کی صلاحیت اور ذاتی وجاہت سبھی کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے مختصر سیاسی زندگی میں ان کے اندر منجھے ہوئے سیاستدان کے سے انداز ابھر آئے ہیں — انھوں نے ملک کے پرانے سیاستدانوں کی نگاہوں میں بھی ایک محترم مقام پیدا کر لیا ہے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کو ایک خالص مذہبی جماعت کی سطح سے اٹھا کر ملک کی معروف سیاسی جماعتوں کی صف میں لا کھڑا کرنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ مولانا

شاہ احمد نورانی بروقت اظہار رائے پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ جو ایک اچھے سیاسی رہنما کا ضروری وصف ہوتا ہے۔ وہ جرأت دیباکی کے ساتھ اور کسی ذہنی تحفظ کے بغیر بات کرنے کے قائل ہیں۔" (روزنامہ جسارت کراچی ۷ فروری ۱۹۷۲ء)

روزنامہ "جمہور"۔ لاہور

"نورانی میاں ہمیں سدا سے اچھے لگتے رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ان کی شخصیت ملاحت، سلاست اور نفاست کا پسندیدہ نمونہ ہے، نورانی میاں نے جس خلوص، حب الوطنی اور دیانتداری کے ساتھ اسمبلی کی مسجد میں بیٹھ کر "اسلام آباد ڈیکلیریشن" کے بارہ نکات پر مبنی دستاویز ہمارے ہاتھوں میں تھمائی۔ اس پر ہم شکر گزار ہیں۔"

(روزنامہ جمہور لاہور ۷، ۸ مارچ ۱۹۷۲ء)

ہفت روزہ "چٹان" لاہور

"قومی اسمبلی میں جمعیتہ العلماء پارلیمانی گروپ کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کو عملی سیاست میں داخل ہوئے دو اڑھائی برس سے زیادہ نہیں ہوئے۔ مگر اس عرصہ میں انھوں نے اپنی سیاسی بصیرت، تدبر اور حق گوئی و بے باکی سے ثابت کر دیا ہے، کہ مستقبل میں ان کا شمار پاکستان کے ممتاز سیاسی رہنماؤں میں ہو گا۔ اور اس بحرانی دور میں (انشاء اللہ) اسلام، جمہوریت اور معاشرتی انصاف کے خواہاں ان سے مایوس نہیں ہوں گے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ افریقی اور امریکی ممالک میں تبلیغ اسلام میں صرف ہوا ہے، اور تبلیغ اسلام کا یہ جذبہ انھیں ورثہ میں ملا ہے۔ ان کے والد محترم مولانا عبدالعلیم صدیقی (رحمۃ اللہ علیہ) میرٹھ کے نامور عالم دین تھے۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ کے ذریعے ۴۵ ہزار سے زائد غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ برنارڈ شا سے

اسلام کے موضوع پر ان کا مباحثہ ہوا اور بروایت برنارڈ شا اسلام کے مکمل اور بہترین دین ہونے کا قائل ہو گیا تھا۔

قائدِ اعظم نے انھیں اسلامی ممالک میں تحریکِ پاکستان کے لیے راہ ہموار کرنے کے مشن پر بھیجا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں والد کی وفات کے بعد تبلیغِ دین کا فرض بیٹے (مولانا شاہ احمد نورانی) نے سنبھالا۔ مولانا نورانی ۱۹۵۵ء میں جامعۃ الازہر کی دعوت پر مصر گئے۔

۱۹۵۸ء میں روس تشریف لے گئے، تو روسی حکومت کے پروگرام کے برعکس سوشلسٹ رہنما لینن کی سمادھی پر پھول چڑھانے سے انکار کر دیا۔ ۱۹۵۹ء میں مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کیا۔ ۱۹۶۲ء میں شمالی نائیجیریا کے وزیرِ اعلیٰ احمد بیلو شہید کی دعوت پر چار ماہ تک وہاں تبلیغی دورہ کیا۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے لئے سیاسی سرگرمیوں کا اعلان ہوا تو مولانا موصوف نے یہ سوچا کہ اسلامی آئین کے لیے جو باتیں ہم منبر و محراب سے کہتے ہیں۔ وہی آواز ہم وہاں جا کر کیوں نہ اٹھائیں۔ جہاں کہ آئین سازی اور قانون سازی ہوتی ہے اور عام انتخابات میں حصہ لے کر اپنی سیاسی زندگی کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ انتخابات آپ نے جمعیۃ العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر جیتا اور جمعیت کے پارلیمانی گروپ کے قائد منتخب ہو گئے۔

مردِ خدا۔ شراب کے تسلسل پر صرف ایک مردِ خدا نے انھیں (سابق صدر یحییٰ خاں کو) ٹوکا تھا۔ اور وہ شخص تھا۔ شاہ احمد نورانی۔

"یحییٰ صاحب ہمارے سامنے مے نوشی بند کیجیے۔ ورنہ ہم اٹھ کر چلے جاتے ہیں"

اور یحییٰ اس مولوی کی بات مان گیا۔ کیونکہ جب رات شیخ مجیب الرحمٰن ڈھاکہ میں گرفتار کیے گئے۔ اس سے پہلے اپنی شاہ صاحب نے یحییٰ کو ایوانِ ڈھاکہ میں ٹوکتے ہوئے کہا تھا۔

(انگریزی ترجمہ)

"مسٹر پریذیڈنٹ آپ کیسی بات کہہ رہے ہیں "

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۲ر جنوری ۱۹۷۲ء)

لادینی کا مقابلہ :- "ہم تک جو روائتیں پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نورانی صاحب نے لادینی عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اس جماعت کے سامنے سپرانداز ہونے سے انکار کرتے رہے جس جماعت کی اکلوتی آرزو ہے۔ کہ اقتدار کی مطلقہ سے حلالہ کرنے پر کب قادر ہوگی۔ یاد رہے۔ کہ یہ وہی مولانا نورانی ہیں جنہوں نے اس دور کے محمد شاہ رنگیلے (یحییٰ خاں) کو مے نوشی میں مستغرق دیکھ کر ڈانٹ دیا تھا۔ اور گرج کر کہا تھا "یحییٰ۔ شراب نوشی بند کر دو۔ ورنہ ہم جا رہے ہیں"

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۳ر مئی ۱۹۷۱ء)

استقامت :- "جمعیتہ العلماء پاکستان پنجاب میں مولانا عبدالستار خاں نیازی کی بے نفسی و مردانگی اور کراچی میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت و استقامت کا نام ہے، ان دونو بزرگوں کو الگ کر کے متحدہ محاذ ادھورا رہ جاتا۔"

(ہفت روزہ "چٹان" ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء)

ہفت روزہ "استقلال" لاہور

"مولانا شاہ احمد نورانی بر صغیر کے علماء کے ایک ممتاز خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اب بریلوی مکتب فکر کے علماء کی نمائندہ جماعت جمعیتہ العلماء پاکستان کی قیادت بھی ان جیسے علماء کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے " جو خدا کے بزرگ و برتر کے سوا کسی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس سے ڈرا جائے۔"

اس ضمن میں اسمبلی میں جمعیت کے دو ارکان علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا سید

محمد علی سندھ اسمبلی میں جمعیت کے نمائندے مولانا شاہ فرید الحق اور جمعیت کے نئے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

جمعیت کی (سابقہ قیادت کے برعکس) موجودہ قیادت نے ملکی سیاست میں انتہائی جاندار کردار انجام دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ محض غلط قسم کی قیادت کی وجہ سے کسی مکتبِ فکر کے بارے میں کوئی پختہ رائے قائم نہیں کر لینی چاہیئے۔

جمعیت کی سیاست میں دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد مولانا شاہ احمد نورانی بہت اُبھرے ہیں۔ انھوں نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی کلمۂ حق بلند کرنے میں کبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ اور اس حقیقت کو نظر انداز کرنا آسان نہیں۔ کہ پہلے قومی اسمبلی میں مشترکہ حزبِ اختلاف اور بعد میں متحدہ جمہوری محاذ کے قیام میں مولانا نے نمایاں اور ٹھوس کردار ادا کیا ہے۔ مولانا بڑی دلآویز شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک طرف وہ معرکۂ حق و باطل میں چٹان بنے دکھائی دیتے ہیں۔ تو دوسری طرف اپنوں کے درمیان جانِ محفل بنے نظر آتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ شاعرِ مشرق کے ارشاد کی عملی تفسیر ہیں۔ ؎

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا

یا پھر ؎

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

قومی اسمبلی کے اندر بھی مولانا کی باغ و بہار شخصیت نے کئی مرتبہ مسکراہٹیں

اور قہقہے بکھیر دیئے ۔ اور سرکاری پارٹی پر ان کی برجستہ چوٹوں پر خود چوٹوں کا نشانہ بننے والے بھی جھوم جھوم گئے ۔ سرکاری پارٹی کے بعض وزراء کہ وہ بامحکمہ بھی ہیں اور بے محکمہ بھی ہیں ۔ اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ اس لئے کہ مولانا ہی کے بقول ؎

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

مولانا شاہ احمد نورانی جمعیۃ العلماء پاکستان کے صدر ہی نہیں ۔ قومی اسمبلی میں اس کے پارلیمانی لیڈر بھی ہیں ۔ پھر متحدہ حزب اختلاف کے رابطہ سیکریٹری اور متحدہ جمہوری محاذ کی رابطہ و اطلاعات کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں ۔ اس لحاظ سے قومی سیاست میں انھیں ایک اہم مقام حاصل ہو گیا ہے ۔ (ہفت روزہ استقلال لاہور ۔ ۲ر جولائی ۱۹۷۳ء)

سابق سپیکر فضل الٰہی ۔ قومی اسمبلی کے سپیکر چودھری فضل الٰہی کے بقول مولانا کا نام ہی نورانی نہیں ۔ ان کی داڑھی بھی نورانی ہے ۔ اور ان کا چہرہ بھی ۔ اور سپیکر کے اس قول کے ساتھ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ۔ " (ہفت روزہ استقلال لاہور ۲ر جولائی ۱۹۷۳ء)

پروفیسر غفور احمد پارلیمانی لیڈر جماعت اسلامی پاکستان

" پروفیسر غفور احمد نے کہا ۔ نورانی میاں کی خدمات قابل تعریف ہیں ان پر اپنی سیٹ کو بچانے کے لئے آئین پر دستخط کرنے کا الزام سراسر غلط ہے ۔ انھوں نے اسلامی اور جمہوری آئین کے نفاذ کے لئے دوسری جماعتوں کے ساتھ ہمت و جرأت کے ساتھ کام کیا ہے " (روزنامہ جسارت کراچی ۲۳ر اپریل ۱۹۷۳ء)

ہفت روزہ " تعمیر وطن " لاہور

" ملکی سیاست میں مولانا شاہ احمد نورانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔ آپ کا شمار پاکستان کے نامور اور مقبول عوام سیاسی رہنما مذہبی اکابر و عمائدین میں ہوتا ہے

آپ ایک مدبر اور ذہین سیاست دان ہیں۔" (ہفت روزہ تعمیر وطن لاہور ۱۵ مئی ۱۹۷۰ء)

ہفت روزہ "زندگی" لاہور

حزبِ اختلاف کی گونجدار آواز علمائے حق کی آبرو

مولانا شاہ احمد نورانی ملکی سیاست کے منظر پر دسمبر ۷۰ء کی انتخابی لہر پر سوار اس وقت ابھرے جب کراچی کے معروف ترین کاروباری علاقے (بندر روڈ وغیرہ) سے جمعیت العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر اس کے بعد سات رکنی پارلیمانی پارٹی کے سربراہ بنے انہی دنوں لاہور کی ایک سرد شام ایک مقامی ہوٹل کے گرم ہال میں جمعیت العلماءِ پاکستان نے تقریب منعقد کی اور اسے اپنے نو منتخب ارکانِ اسمبلی کی پریس سے ملاقات کا ذریعہ بنایا۔

سُرخ چیف رپورٹر۔ پریس ٹرسٹ کے ایک سُرخ چیف رپورٹر جو امریکی خرچے پر امریکی دوروں کے باوجود سوشلسٹ رہتے ہیں۔ آغاز تقریب سے پیشتر بڑے لال پیلے ہو رہے تھے۔ وہ قومی اسمبلی میں منتخب ہونے والے باریش ارکان کی گنتی کر رہے تھے۔ بالخصوص اس پر "تاسف" کا اظہار کر رہے تھے کہ یہ داڑھیوں والے انگریزی نہیں جانتے۔ اس لئے کاروائی کے دوران خاموش رہ کر، یا الل ٹپ بول کر نہ صرف اسمبلی کی سطح پست رکھیں گے۔ بلکہ اپنے حلقوں کے "بدقسمت" عوام کی ترجمانی بھی نہیں کر سکیں گے۔

شُستہ انگریزی: تقریب کے آغاز کا اعلان ہوا۔ مولانا شاہ احمد نورانی پہلے مقرر تھے۔ اُنھوں نے آتے ہی امریکی لہجے میں شُستہ انگریزی کو ذریعہ کلام بنایا تو وہ سُرخ رپورٹر چند لمحوں تک مُنہ کھولے آنکھیں پھاڑے، اپنی سماعت پر زور دیتا رہا۔

لیکن جلد ہی دوسرے رپورٹروں کے ہلکے ہلکے قہقہوں نے اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلایا۔ اور پھر اس نے اپنی گردن نیچی کرکے یوں لکھنا شروع کیا۔ جیسے وہ ان دنوں اپنے محبوب صدر یحییٰ خاں کی تقریر نوٹ کر رہا ہو۔ قومی پریس سے مولانا نورانی کا یہ پہلا ندردار تعارف تھا

بین الاقوامی مبلغ ۔ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی بین الاقوامی مبلغ اسلام ہیں اور اور انگریزی کیا۔ فرانسیسی سواحلی، فارسی اور عربی بھی ایسی ہی خوبی سے بول سکتے ہیں اور اردو تو ان کی لونڈی ٹھہری۔ کیونکہ وادیٔ گنگ و جمن کے باسی ہیں۔ تحریکِ پاکستان کے زمانے میں کالج کے طالب علم تھے۔ دل کھول کر تحریکِ پاکستان میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ انہی نے ل میرٹھ کی سطح پر نوجوانوں کو ہندوؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے عسکری انداز میں منظم بھی کیا تھا۔

سیاسی کردار ۔ ۷۰ء کے عام انتخابات سے پیشتر عملی سیاست میں آئے اور انتخابات کے بعد اپنی جماعت کو یحییٰ اور پھر بھٹو کی کنیز بننے سے بچایا۔ حالانکہ مشائخ اور صاحبزادگان کی اکثریت کبھی "حکومتِ وقت" سے رُو گردانی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

مولانا نورانی نے خاندانی مشائخ اور صاحبزادگان کی روایت سے بغاوت کی ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو منتخب نمائندے اور خاندانی حیثیت کے بل پر پیپلز پارٹی کی قیادت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے۔" (ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۴ ستمبر ۷۴ء)

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور

جمعیتہ العلماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی متحدہ جمہوری محاذ کے کنوینر ہیں اور مولانا شاہ احمد نورانی کی باوقار شخصیت اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ (نوائے وقت ۲۱ ۷ئ)

● "جمعیۃ العلماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی نے مری قبائل پر صوبائی حکومت کے مبینہ ظلم و تشدد کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ الزام ایک ذمہ دار شخصیت نے لگایا ہے۔" (اداریہ) نوائے وقت لاہور ۱۸ ستمبر

ایم۔ ایم احمد کی برطرفی کے مطالبہ پر ہدیہ تبریک

ہفت روزہ "المدینہ" کراچی (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا عبید اللہ انور جنرل سیکرٹری، مولانا ضیاء القاسمی اور جمعیت کی لاہور شاخ کے ناظم مولانا زاہد الراشدی نے ایک مشترکہ بیان میں جمعیت علماء پاکستان کی پارلیمانی پارٹی کے قائد مولانا شاہ احمد نورانی کے اس مؤقف کی تائید و حمایت کی ہے جس میں انہوں نے ایم ایم احمد قادیانی کو برطرف کرنے اور ان پر حملہ کرنیوالے ملزم اسلم قریشی پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ جمعیت کے دونوں رہنماؤں کی جانب سے مولانا زاہد الراشدی نے "المدینہ" کے نام ایک مکتوب میں کہا ہے۔ کہ "ایم ایم احمد کو برطرف کرنے کے اہم مسئلہ پر مولانا نورانی نے آواز اٹھا کر ملک کے تمام دینی مکاتب فکر اور کروڑوں اسلامیان پاکستان کی بجا طور پر ترجمانی کی ہے۔ مکتوب میں مولانا نورانی کو ان کے جرأت مندانہ بیان اور "المدینہ" کو اس مہم میں حصہ لینے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اس کو مقدس مشن قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔"

(ہفت روزہ "المدینہ" کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء)

گوجرانوالہ اسٹیشن پر فائرنگ اور پتھراؤ کے بعد

ایک رُوح پرور نورانی خواب

خوشا چشم کو بنگرد مصطفےٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

(از مولوی محمد یونس صاحب متعلّم جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ)

بتاریخ ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۲ جون بروز بدھ دوپہر کے وقت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کی تقریر سننے اور استقبال کرنے کے سلسلے میں دوسرے حضرات کے ساتھ میں بھی ریلوے اسٹیشن پر گیا اور وہاں کے پُر امن ماحول میں پیپلز پارٹی کے ہنگامہ اور فائرنگ پتھراؤ کا میرے دل میں گہرا اثر ہوا اس وقت سے رات کو سونے سے پہلے تک طبیعت سخت پریشان رہی مولانا شاہ احمد نورانی کا چہرہ بار بار میری نظروں میں گھومتا اور میرے دل کو زیادہ بے چین کرتا رہا۔

انہی خیالات میں محو ہو کر سو گیا۔ تقریباً سحری کا وقت ہوگا کہ میں نے یہ خواب دیکھا۔

خواب: میں ایک باغ میں کھڑا ہوں۔ باغ کچھ ایسا عجیب و غریب ہے، کہ ظاہر میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ باغ میں بے انتہا مخلوق جمع ہے، درختوں میں بے شمار پھل ہی پھل نظر آرہے ہیں اور بہت نزدیک نزدیک مگر کسی کو توڑنے کی مجال نہیں۔ باغ کے اجتماع میں علماء میں سے مجھے حضرت مولانا محمد عمر صاحب اچھروی مولانا محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی

مولانا محمد شریف صاحب نوری قصوری۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب اور ان سب کے درمیان حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کھڑے نظر آئے۔

نزولِ تخت :- اچانک ایک منوّر درخشاں تخت آسمانوں سے اس باغ میں اترتا ہوا نظر آیا۔ تخت پر ایک نورانی بزرگ تشریف فرما ہیں اور اُن کی دونوں جانب چار اور حضرات بھی ہیں۔ مجمع نے تخت آتا دیکھ کر یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) پکارنا شروع کر دیا۔ مَیں نے ایک قریب کھڑے صاحب سے پوچھا یہ کون شخصیتیں ہیں تو اُس نے بتایا ناداں تجھے معلوم نہیں کہ غریبوں کے والی۔ یتیموں کے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ دُوسرے چار حضرات حضور کے چاروں یار و خلفاء اربعہ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ جب مَیں نے ایک گروہ بزرگان کی بابت استفسار کیا۔ تو اُس نے بتایا کہ یہ اولیاء اللہ اقطاب و ابدال حضرات کا اجتماع ہے، اور درمیان میں حضرت غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تشریف فرما ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد اُس باغ میں ہر جانب ایسا نور ہی نور نظر آنے لگا۔ جس کے بیان کرنے سے مَیں عاجز ہوں۔ مَیں نے اس نور میں ایسے پرندے بھی دیکھے جو زمین و آسمان کے درمیان بغیر سہارا کے موجود ہیں اور حرکت بھی نہیں کر رہے ہیں۔ جملہ حاضرین بھی کھڑے ہیں — کوئی بھی بیٹھا ہُوا نہیں۔

استقبال و قدمبوسی :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری پر مولانا نورانی اور دیگر علماءِ کرام استقبال اور قدمبوسی کے لئے بڑھتے نظر آئے اس دوران نورانی میاں کا عمامہ سر سے گر گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے اٹھا کر دوبارہ اُن کے سر پر رکھ دیا۔ اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کو شاباش دی۔

اور علماء سے فرمایا مجاہد و کھڑے ہو جاؤ۔ پھر مجمع کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا۔ یہ میری اُمّت کے مجاہد ہیں۔ جن کے متعلق مَیں نے فرمایا کہ وہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔

پھر آپ کے ارشاد پر حضرت نورانی صاحب نے اس اجتماع میں تقریر فرمائی دورانِ تقریر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ٹھیک ہے" کے جملے بھی ارشاد فرمائے۔ نورانی صاحب نے اپنی تقریر میں ایک جملہ یہ بھی کہا۔ اے میرے آقا کیا آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوّت ملی ہے۔ اور کیا۔ کوئی اور بھی نبی بن سکتا ہے؟ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہُ ابی واُمّی نے ارشاد فرمایا۔

"نہیں جو میرے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور جھوٹا ہے"

نورانی صاحب نے عرض کیا ہم اسی لئے ایسے لوگوں کی علیحدگی و اقلیّت قرار دینے کی جدّوجہد کر رہے ہیں۔ نورانی صاحب نے آخر میں کہا یہ میرے وہ آقا ہیں کہ جب مدینہ منورہ جلوہ گر ہوئے تو اہلِ مدینہ نے اس طرح خیر مقدم کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعیٰ لِلّٰہِ داعی

مجدد مأتہ حاضرہ:- ان کی تقریر کے بعد حضور نبیِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک نحیف سے بدن مگر بڑی پیاری سی شکل کے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا۔ یہ احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو چودھویں صدی میں میری اُمّت کے مجدّد ہیں اور انھوں نے ہماری شان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایک عربی نعت شریف پڑھی۔

بعد ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب نے

یہ نعت شریف سنائی۔ ؎

"گھٹاؤ اشک برساؤ مدینہ یاد آیا ہے"
"سماں ساون کا دکھلاؤ مدینہ یاد آیا ہے"

اس کے بعد حضرت نورانی صاحب نے سلام پڑھایا اور چند اشعار اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے پڑھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ فرمانے پر مولانا شاہ احمد نورانی نے سرکار کے وسیلہ سے دُعا کی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبسّم فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ نورانی تخت اور نظارہ میری آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

اور فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے اٹھ کر وضو کیا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے آٹھ نوافل ادا کئے اور پھر بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ اور تھوڑی دیر بعد فجر کی اذانیں شروع ہوگئیں۔

میں نے اپنی طرف سے اس منظر مبارک کو صحیح الفاظ کے ساتھ صحیح طور پر بیان کرنے کی پوری کوشش کی ہے، اگر پھر بھی کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو مولیٰ تعالیٰ معاف فرمائے۔

فالحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

حرفِ آخر:۔ نورانی خواب پر مولانا نورانی کا تذکرہ اختتام پذیر ہے اس تذکرہ کی تکمیل کے لیے مُروج میں سُنّی بریلوی مدارس کی منظوری کا ذکر بھی ضروری ہے جس کے لیے اگرچہ ایک عرصہ سے مختلف حضرات کی طرف سے کوشش جاری تھی لیکن مولانا نورانی کی مزید کوشش سے ان کے دَورِ قیادت میں یہ اہم کام سرانجام پایا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۸۰ھ کو ایک سرکاری حکمنامہ میں اکتیس سُنّی مدارس کی منظوری کا اعلان ہوا۔ الغرض اس تذکرہ سے مولانا موصوف کی مقبولیّت اور اہلِ سنّت کی سیاسی قیادت کی اہمیت واضح ہے اور اللہ جسے چاہے، جو چاہے توفیق عطا فرمائے۔

چند تاثرات و پیغاماتِ تہنیت

عاشقِ مدینہ مولانا علامہ محمد احسان الحق صاحب لائل پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، : کتاب "شاہ احمد نورانی" موصول ہوئی۔ بعض مقامات دیکھے گئے۔ حضرتِ نورانی صاحب کی خوبیوں کا جب بیگانے اعتراف کر رہے ہیں۔ تو اپنوں کو اس سلسلہ میں بخل سے کام لینا کس قدر نامناسب ہے۔ آپ کی اس تالیف کو فقیر نے بہت ہی پسند کیا ہے۔

شاعرِ اہلِ سنّت مدّاحِ حبیب سید اختر الحامدی حیدر آباد

سلام مسنون۔ حضرت مولانا ابوداؤد حاجی صاحب مدظلہ کو مبارکباد دیجئے۔ کہ انھوں نے حضرت مجاہدِ اسلام نورانی میاں کے حالات قلم بند فرما کر قوم پر احسان فرمایا ہے۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے حضرت حاجی صاحب کا۔ ہمارے بکثرت اکابرین اب تک اسی وجہ سے "گوشۂ گمنامی" میں گم ہیں۔ کہ اہلِ قلم نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ حضرت علامہ ابوداؤد صاحب نے یہ خدمت انجام دے کر حضرت نورانی میاں کو "زندۂ جاوید" بنا دیا ہے۔

(جزاھم اللہ احسن الجزاء)

ناظمِ اعلیٰ جماعت رضائے مصطفےٰ چنیوٹ

"سلام مسنون"۔ کتاب "شاہ احمد نورانی" علی اور فرطِ محبت سے ایک ہی نظر

میں مطالعہ کرلیا۔ آپ نے یہ کتاب تحریر فرما کر ایک تاریخی دستاویز مرتب فرمادی ہے اور ساتھ ہی مسلکِ حق اہلِ سنّت کی ترجمانی اس خوبی سے کی ہے۔ کہ کتاب کو بار بار مطالعہ کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔ مولانا نورانی کی اسمبلی میں مجاہدانہ کارکردگی کا نقشہ دکھا کر عوام کو ایک ذہنی و روحانی سیر کرادی ہے۔ اور سُنّیوں کو احساسِ کمتری کے گڑھے سے نکال کر ان میں احساسِ برتری بیدار کر دیا ہے۔ آخر میں، مَیں یہ خدمت سر انجام دینے پر آپ کی خدمت میں پُرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

ڈاکٹر لطیف احمد فور تھہ ایڈر ایم بی۔ بی ایس بہاولپور

السّلام علیکم۔ آپ کا تحریر کردہ کتابچہ "شاہ احمد نورانی" نظر سے گزرا۔ جس سے آپ کی حقیقت پسندی کا بہت قائل ہوا ہوں۔ آپ اور بعض دیگر علماءِ اہلِ سنّت اپنی جماعت کی پریس اور صحافت کی کمی کو اپنے جرائد و مطبوعات سے پورا کر رہے ہیں۔ گویا یہ ہمارے ہاتھوں میں فرقہ وارانہ جماعتوں کا توڑ ہے اور ان کا غلط پروپیگنڈا بہت حد تک کنٹرول کر لیا گیا ہے۔"

مولانا محمد حسن علی صاحب میلسی

سلام مسنون۔ کتاب "شاہ احمد نورانی" دیکھ کر بعض مفید اور اچھی باتیں معلوم ہوئیں۔ بالخصوص ان کی رضوی نسبتوں کی وضاحت اور مسلک اعلیحضرت علیہ الرحمۃ پر استقامت و پابندی کی طرف توجہ دلانا بہت پسند آیا ہے۔ اور یہ بہت بہتر ہوا۔

جناب محمد صادق صاحب قصوری حسین خاں والا ٹھار

سلام مسنون! کتاب "شاہ احمد نورانی" کا ٹائیٹل بہت خوبصورت اور جاذب نظر ہے۔ سرورق پر جمعیت کا پرچم چھاپ کر آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ عام کتاب نورانی میاں کی معرکہ آرائی و باطل سوزی پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد حنیف صاحب اختر خانیوال

السلام علیکم۔ کتاب "شاہ احمد نورانی" کی اشاعت سے ایک بڑی تمنا پوری ہو گئی ہے۔ اس کتاب کا واقعی جواب نہیں۔ اہلِ سنت کے عظیم سیاسی قائد کی زندگی کی مکمل طور پر عکاسی کی گئی ہے اور کتاب کو قابلِ قدر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ آپ جملہ احباب اہلِ سنت کی جانب سے ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔ (جزاکم اللہ خیر الجزاء)

مولانا محمد عبد الغفور صاحب کمالیہ

السلام علیکم "کتاب احمد شاہ نورانی" نظر سے گذری۔ بفضلہ تعالیٰ بہت اہم تاریخی دستاویز ہے۔ اہلِ سنت کی سیاسی تنظیم کے سربراہ کی مجاہدانہ داستان کا منظرِ عام پر لانا وقت کا اہم تقاضا تھا۔ جسے آپ نے بوجہ احسن پورا فرما کر "ابنائے وقت" کو دعوتِ فکر دی ہے۔

ع : اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

مصنّف کی دیگر تصانیف

نُورانی حقائِق :- میلاد شریف کا نورانی جامع بیان دلائلِ جواز اعتراضات کے جوابات صفحات ۲۲۰ ہدیہ قسم اوّل ۴ روپے قسم دوم ۲ روپے ۲۵ پیسے

رُوحانی حقائِق :- ذکرِ الٰہی و نعت مصطفائی مسائلِ تصوّف اور وظائف و اوراد کا مجموعہ مبارکہ صفحات ۲۰۷ ہدیہ ایک روپیہ -

دیوبندی حقائِق :- کتاب کا مضمون نام ہی سے ظاہر ہے - دیوبندی مکتبِ فکر کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ ضرور فرمائیں صفحات ۱۱۲ قیمت ایک روپیہ

بہارِ عقیدت :- "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پر حضرت اختر الحامدی کی مشہور و مکمل تضمین صفحات ۳۲ ہدیہ ۳۰ پیسے - ڈاک خرچ ۱۰ پیسے -

انوارِ عقیدت :- "صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا" اس قصیدۂ نور پر حضرت اختر الحامدی کی مکمل نورانی تضمین صفحات ۴۸ ہدیہ پچاس پیسے ڈاک خرچ ۱۰ پیسے -

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

باردوم شوال المکرم ۱۳۹۳ھ تعداد ۱۱۰۰ — مطبوعہ: الکتاب پرنٹرز لاہور

مساجد و مکانات و دکانات کی زینت موجب خیر و برکت اور تبلیغ و اشاعت کا عمدہ و آسان ذریعہ

مقبولِ عام مدلّل و مفصّل تبلیغی اشتہارات

جو اَب تک ۴۴ ہزار کی تعداد میں چھپ چکے ہیں

اور تقریباً ہر اشتہار متعدد مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔

(از افادات مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب خطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ)

۱ ——— نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہونے کا بیان۔

۲ ——— دربارۂ عید و رمضان ریڈیو کا اعلان نامعتبر ہونے کا بیان۔

۳ ——— اذان و نماز کے دائمی اوقات کا بیان

۴ ——— احادیث نبویہ کی روشنی میں اسلامی معاشرت کا بیان۔

۵ ——— نبی پاک کے علمِ غیب شریف کا بیان۔

۶ ——— موجودہ جرائم کے ہولناک انجام کا بیان۔

۷ ——— باطنی عیوب و روحانی امراض کی اصلاح کا بیان۔

۸ ——— بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان۔

۹ ——— رسولِ پاک کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان۔

۱۰ ——— نبیٔ محترم کی نورانیت کا نورانی بیان۔ (۱۱) ——— پیارے نبی کی پیاری دعاؤں کا بیان۔ ۱۲ ——— احمد مختار کے اختیارات و انعامات کا بیان ● ھدیہ فی اشتہار ۳ پیسے محصول ڈاک دس پیسے

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

(ص: صلی اللہ علیہ وسلم)

ماہنامہ **رضائے مصطفےٰ** گوجرانوالہ

اہل سنت کا مشہور ومقبول ماہنامہ عرصہ سولہ سال سے شاندار دینی تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔

درس قرآن وحدیث۔ شرعی مسائل۔ تذکرہ اسلاف اور حالات حاضرہ پر مضامین

سالانہ چندہ پانچ روپے ۵

ملنے کا پتہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ

مقیاس پریس ۴۔ دربار مارکیٹ، لاہور